Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دار العلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حواله..........................   التاريخ..........................

ضروری وضاحت

جناب مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کے بعض غلط نظریات وافکار اور قابلِ اشکال بیانات کے سلسلے میں ملک وبیرون ملک سے آمدہ خطوط وسوالات کے پیشِ نظر ''دار العلوم/دیوبند'' کے اکابر اساتذہ کرام اور جملہ مفتیان کرام کے دستخط کے ساتھ ایک متفقہ موقف قائم کیا گیا تھا؛ لیکن اِس تحریر کے اجراء سے قبل یہ اطلاع ملی کہ مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے ایک وفد گفتگو کے لیے ''دار العلوم'' آنا چاہتا ہے، چنانچہ وفد آیا اور اُس نے مولانا محمد سعد صاحب کا یہ پیغام پہنچایا کہ وہ رجوع کے لیے تیار ہیں، چنانچہ متفقہ موقف کی کاپی وفد کے ہمراہ مولانا محمد سعد صاحب کی خدمت میں ارسال کردی گئی، پھر اُن کی طرف سے اس کا جواب بھی موصول ہوا؛ لیکن مجموعی طور پر ''دار العلوم/دیوبند'' اُن کی تحریر سے مطمئن نہیں ہوا، جس کی سردست کچھ تفصیل مولانا محمد سعد صاحب کے پاس خط کے ذریعہ ارسال کردی گئی ہے۔

دار العلوم/دیوبند اکابر کی قائم کردہ جماعت تبلیغ کے مبارک کام کو غلط نظریات اور افکار کی آمیزش سے بچانے اور اکابر کے مسلک ومشرب پر قائم رکھنے، نیز جماعت کی افادیت اور علمائے حق کے درمیان اُس کے اعتماد کو باقی رکھنے کے لیے اپنا متفقہ موقف اہل مدارس، اہل علم اور امت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کرنا ایک دینی فریضہ سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِس مبارک جماعت کی ہر طرح حفاظت فرمائے اور ہم سب کو مسلکاً وعملاً راہِ حق پر قائم رہنے کی توفیق بخشے، آمین۔

۵-۳-۳۸ھ   ۵/۳ ۳۸ھ

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دارالعُلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ 96/3 .... التاریخ ....

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله رب العالمين، والصّلاة والسّلام على سيد الأنبياء والمرسلين، محمد وآله وأصحابه أجمعين. أمابعد:

اِس وقت دنیا کے بہت سے علمائے حق اور مشائخ وغیرہ کی طرف سے یہ تقاضہ کیا جارہا ہے کہ جناب مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کے نظریات اورافکار کے سلسلے میں ''دارالعلوم/دیوبند'' اپنا موقف واضح کرے، حال ہی میں بنگلہ دیش کے معتمد علماء اور پڑوسی ملک کے بھی بعض علماء کی طرف سے خطوط موصول ہوئے ہیں اور اندرونِ ملک سے بھی ''دارالافتاء، دارالعلوم/دیوبند'' میں کئی استفتاءات آئے ہوئے ہیں۔ ہم جماعت کے داخلی انتشار واختلاف اور نظم وانتظام سے قطع نظر یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ گذشتہ کئی سالوں سے استفتاءات اور خطوط کی شکل میں مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی سے متعلق جو نظریات وافکار دارالعلوم کو موصول ہورہے ہیں، تحقیق کے بعد اب یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ اُن کے بیانات میں قرآن وحدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات، غلط استدلالات اور تفسیر بالرائے پائی جارہی ہے، بعض باتوں میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان اقدس میں بے ادبی ظاہر ہوتی ہے، جبکہ بہت سی باتیں ایسی ہیں، جن میں موصوف جمہورِ امت اور اجماعِ سلف کے دائرے سے باہر نکل رہے ہیں، بعض فقہی مسائل میں بھی وہ معتبر دارالافتاؤں کے متفقہ فتوے کے برخلاف بے بنیاد ذئی رائے قائم کر کے عوام کے سامنے شدت کے ساتھ بیان کررہے ہیں، نیز تبلیغی جماعت کے کام کی اہمیت وہ اس طرز پر بیان کررہے ہیں کہ جس سے دین کے دیگر شعبوں پر سخت تنقید اور اُن کا استخفاف ہورہا ہے اور سلف کی پرانی دعوتی ترتیبوں کا رد وانکار لازم آرہا ہے، نیز اس کی وجہ سے اکابر واسلاف کی عظمت میں کمی؛ بلکہ استخفاف پیدا ہورہا ہے، اُن کا یہ رویہ جماعتِ تبلیغ کے سابقہ ذمہ داران: حضرت مولانا الیاس صاحبؒ، حضرت مولانا یوسف صاحبؒ اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحبؒ کے یکسر خلاف ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب کے بیانات کے جو اقتباسات ہم تک موصول ہوئے ہیں، جن کی نسبت اُن کی طرف ثابت ہوچکی ہے، اُن میں سے چند یہ ہیں:

''حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم اور جماعت کو چھوڑ کر حق تعالیٰ کی مناجات کے لیے خلوت وعزلت میں چلے گئے، جس سے بنی اسرائیل کے پانچ لاکھ ۸۸/ہزار افراد گمراہ ہوگئے، اصل تو موسیٰ علیہ اسلام تھے، وہی ذمہ دار تھے، اصل کو رہنا چاہیے، ہارون علیہ السلام تو معاون اور شریک تھے''۔

''نقل وحرکت توبہ کی تکمیل وتزکیہ کے لیے ہے، توبہ کی تین شرطیں تو لوگ جانتے ہیں، چوتھی شرط نہیں جانتے، بھول گئے، وہ کیا ہے، خروج، اس شرط کو لوگوں نے بھلادیا، ۹۹/قتل کرنے والے کی پہلی ملاقات راہب سے ہوئی، راہب نے اُس کو مایوس کردیا، پھر اُس کی ملاقات ایک عالم سے ہوئی، عالم نے کہا کہ تم فلاں بستی کی طرف خروج کرو، اُس قاتل نے خروج کیا، تو اللہ نے اُس کی توبہ قبول کرلی، اس سے معلوم ہوا کہ توبہ کے لیے خروج شرط ہے، اس کے بغیر توبہ قبول نہیں ہوتی، یہ شرط لوگ بھول گئے، توبہ کی تین شرطیں بیان کرتے ہیں، چوتھی شرط، یعنی: خروج بھول گئے''۔

''ہدایت ملنے کی جگہ مسجد کے علاوہ کوئی نہیں، وہ دینی شعبے جہاں دین ہی پڑھایا جاتا ہے، اگر اُن کا بھی تعلق مسجد سے نہیں، تو خدا کی قسم اُس میں بھی دین نہیں ہوگا، ہاں دین کی تعلیم ہوگی، دین نہیں ہوگا'' (اس اقتباس میں مسجد کے تعلق سے اُن کا منشا مسجد میں جا کر نماز پڑھنا نہیں ہے، اس لیے کہ یہ بات انھوں نے مسجد کی اہمیت اور دین کی بات مسجد ہی میں لا کر کرنے کے سلسلے میں اپنے مخصوص نظریہ کو بیان کرتے وقت کہی ہے، جس کی تفصیل آڈیو میں موجود ہے، اُن کا نظریہ یہ بن چکا ہے کہ دین کی بات مسجد سے باہر کرنا خلافِ سنت ہے، انبیاء اور صحابہ کے طریقہ کے خلاف ہے)

''اجرت لے کر دین کی تعلیم دینا دین کو بیچنا ہے، زنا کار لوگ تعلیم قرآن پر اجرت لینے والوں سے پہلے جنت میں جائیں گے''۔

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دارالعُلوم دیوبَند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ.................. التاریخ..................

''میرے نزدیک کیمرے والا موبائیل جیب میں رکھ کر نماز نہیں ہوتی، تم علماء سے جتنے چاہے فتوے لے لو، کیمرے والے موبائل سے قرآن کا سننا اور پڑھنا قرآن کی توہین کرنا ہے، اس میں گناہ ملے گا، کوئی ثواب نہیں ملے گا، اس کی وجہ سے اللہ تعالی قرآن پر عمل کرنے سے محروم کردیں گے، جو علماء اس سلسلے میں جواز کا فتوی دے رہے ہیں، میرے نزدیک وہ علماء سوء ہیں، علماء سوء ہیں، اُن کے دل ودماغ یہود ونصاری سے متاثر ہیں، وہ بالکل جاہل علماء ہیں، میرے نزدیک جو عالم اس کے جواز کا فتوی دے، خدا قسم اُس کا دل اللہ کے کلام کی عظمت سے خالی ہے، یہ بات میں اس لیے کہہ رہا ہوں کہ مجھ سے ایک بڑے عالم نے کہا کہ اس میں کیا حرج ہے؟ میں نے کہا کہ اصل میں اِس عالم کا دل اللہ کی عظمت سے خالی ہے، چاہے اِس کو بخاری یاد ہو، بخاری تو غیر مسلم کو بھی یاد ہوسکتی ہے''۔

''ہر مسلمان پر قرآن کو سمجھ کر پڑھنا واجب ہے، واجب ہے، واجب ہے، جو اس واجب کو ترک کرے گا، اُس کو ترک واجب کا گناہ ملے گا''۔

''مجھے حیرت ہے کہ پوچھا جائے کہ تمھارا اصلاحی تعلق کس سے ہے؟ کیوں نہیں کہتے کہ میرا اصلاحی تعلق اس کام سے ہے، میرا اصلاحی تعلق دعوت سے ہے، اس بات پر یقین کرو کہ اعمال دعوت تربیت کے لیے کافی نہیں؛ بلکہ ضامن ہیں، میں نے خوب غور کرلیا، کام کرنے والوں کے پیر اکھڑنے کی اصل وجہ یہ ہے، مجھے تو غم ہے کہ اُن لوگوں کا جو یہاں بیٹھ کر یہ کہتے ہیں کہ چھ نمبر پورا دین نہیں ہے، خود اپنی دہی کو کھٹی کہنے والا کبھی تجارت نہیں کرسکتا، مجھے سخت حیرت ہوئی کہ جب ہمارے ایک ساتھی نے آکر مجھ سے کہا کہ مجھے ایک مہینے کی چھٹی چاہیے، مجھے فلاں شیخ کی خدمت میں اعتکاف کے لیے جانا ہے، میں نے کہا کہ اب تک تم لوگوں نے دعوت وعبادت کو جمع نہیں کیا، تمھیں کم از کم چالیس سال تبلیغ میں ہوگئے، چالیس سال تبلیغ میں چلنے کے بعد ایک آدمی یوں کہے کہ مجھے چھٹی چاہیے، کیونکہ میں ایک مہینہ اعتکاف کے لیے جانا چاہتا ہوں، میں نے کہا کہ جو آدمی دعوت سے چھٹی مانگ رہا عبادت کے لیے، وہ دعوت کے بغیر عبادت میں ترقی کیسے کرسکتا ہے؟ میں صاف صاف بات کہہ رہا ہوں کہ اعمال نبوت اور اعمال ولایت میں جو فرق ہے، یہ فرق صرف نقل وحرکت کے نہ ہونے کا ہے۔ میں صاف صاف بات کہہ رہا ہوں کہ ہم صرف دین سیکھنے کی تشکیل پر نہیں نکال رہے ہیں، اس لیے کہ دین سیکھنے کے تو اور بھی راستے ہیں، بس تبلیغ میں نکلنا ہی کیوں ضروری ہے، دین ہی تو سیکھنا ہے، مدرسہ سے سیکھ لو، خانقاہ سے سیکھ لو''۔

اُن کے بیانات کے بعض ایسے اقتباسات بھی موصول ہوئے ہیں، جن سے ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا محمد سعد صاحب کے نزدیک دعوت کے وسیع مفہوم میں صرف تبلیغی جماعت کی موجودہ ترتیب ہی داخل ہے، صرف اسی کو وہ انبیاء اور صحابہ کے طریقہ جہد سے تعبیر کرتے ہیں اور اسی خاص ترتیب کو سنت اور بعینہ انبیاء کی محنت کا مصداق قرار دیتے ہیں، حالانکہ جمہور امت کا متفقہ مسلک ہے کہ دعوت وتبلیغ ایک امر کلی ہے، جس کی شریعت میں کوئی ایسی خاص ترتیب لازم نہیں کی گئی کہ جس کے چھوڑنے سے سنت کا ترک لازم آئے، مختلف زمانوں میں دعوت وتبلیغ کی شکلیں مختلف رہی ہیں، کسی بھی دور میں دعوت کے فریضے سے بے اعتنائی نہیں برتی گئی، صحابہ کے بعد تابعین، تبع تابعین، ائمہ، مجتہدین، فقہاء، محدثین، مشائخ، اولیاء اللہ اور قریبی عہد کے ہمارے اکابر نے عالمی سطح پر دین کو زندہ کرنے کے لیے مختلف طریقے اختیار کیے۔

ہم نے اختصار کی وجہ سے یہ چند باتیں ہی عرض کی ہیں، ان کے علاوہ بھی بہت سی ایسی باتیں موصول ہو رہی ہیں، جو جمہور علماء سے ہٹ کر ایک نئے مخصوص نظریہ کی غماز ہیں، ان باتوں کا غلط ہونا بالکل واضح ہے، اس لیے ان پر تفصیلی کلام کی یہاں ضرورت نہیں ہے۔

اس سے پہلے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے کئی بار خطوط کے ذریعہ اور دارالعلوم میں تبلیغی اجتماع کے موقع پر ''بنگلہ والی مسجد'' کے وفد کے سامنے بھی اس پر توجہ دلائی گئی تھی؛ لیکن خطوط کا اب تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

جماعتِ تبلیغ ایک خالص دینی جماعت ہے، جو عملاً ومسلکاً جمہور امت اور اکابر رحمہم اللہ کے طریق سے ہٹ کر محفوظ نہیں رہ پائے گی، انبیاء کی شان میں بے ادبی، فکری انحرافات، تفسیر بالرائے، احادیث وآثار کی من مانی تشریحات سے علمائے حق کبھی متفق نہیں ہوسکتے اور اس پر سکوت اختیار نہیں کیا جاسکتا؛ اس لیے کہ اسی قسم کے نظریات بعد میں پوری جماعت کو راہِ حق سے منحرف کردیتے ہیں، جیسا کہ پہلے بھی بعض اصلاحی اور دینی جماعتوں کے ساتھ یہ حادثہ پیش آچکا ہے۔

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دارالعُلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

التاریخ..................... حواله.....................

اس لیے ہم ان معروضات کی روشنی میں امت مسلمہ بالخصوص عام تبلیغی احباب کو اس بات سے آگاہ کرنا اپنا دینی فریضہ سمجھتے ہیں کہ مولوی محمد سعد صاحب کم علمی کی بنا پر اپنے افکار و نظریات اور قرآن وحدیث کی تشریحات میں جمہور اہل السنة والجماعة کے راستے سے ہٹتے جارہے ہیں، جو بلاشبہ گمراہی کا راستہ ہے، اس لیے ان باتوں پر سکوت اختیار نہیں کیا جاسکتا، اس لیے کہ یہ نظریات اگرچہ ایک فرد کے ہیں؛ لیکن یہ چیزیں اب عوام الناس میں تیزی سے پھیلتی جارہی ہیں۔

جماعت کے حلقے میں اثر ورسوخ رکھنے والے معتدل مزاج اور سنجیدہ اہم ذمہ داران کو بھی ہم متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ اکابر کی قائم کردہ اِس جماعت کو جمہور امت اور سابقہ اکابر ذمہ داران کے مسلک ومشرب پر قائم رکھنے کی سعی کریں اور مولوی محمد سعد صاحب کے جو غلط افکار و نظریات عوام الناس میں پھیل چکے ہیں، اُن کی اصلاح کی بھرپور کوشش کریں، اگر ان پر فوری قدغن نہ لگائی گئی، تو خطرہ ہے کہ آگے چل کر جماعت تبلیغ سے وابستہ امت کا ایک بڑا طبقہ گمراہی کا شکار ہوکر فرقہ ضالہ کی شکل اختیار لے۔

ہم سب دعا گو ہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جماعت کی حفاظت فرمائے اور اکابر کے طریق پر اخلاص کے ساتھ جماعتِ تبلیغ کو زندہ جاوید اور پھلتا پھولتا رکھے، آمین، ثم آمین۔

۲۷/۲/۱۴۳۸ھ

۲۲/۲/۱۴۳۸ھ

نوٹ: پہلے اس طرح کی نامناسب باتیں تبلیغی جماعت میں شامل بعض افراد کی طرف سے ہوئی تھیں، تو اُس دور کے علمائے دین، مثلاً: حضرت شیخ الاسلامؒ وغیرہ نے اُن کو متنبہ کیا، تو اُن حضرات نے اس کا تدارک کیا؛ مگر اب خود ذمہ دار ہی اس طرح کی باتیں؛ بلکہ اس سے بڑھ کر جیسا اقتباسات سے واضح ہے کر رہے ہیں اور اُن کو توجہ دلائی گئی، مگر وہ متوجہ نہیں ہورہے ہیں، جس کی بناء پر لوگوں کو گمراہی سے بچانے کے لیے اس فیصلہ اور فتوی کی تصدیق کی جاتی ہے۔

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
مفتی دار العلوم دیوبند
۲۷/۲/۱۴۳۸ھ

مفتی دار العلوم دیوبند
۲۷/۲/۱۴۳۸

۲۸/۲/۱۴۳۸ھ

۲۹ صفر ۱۴۳۸ھ

محمد اسد اللہ غفرلہ
معین مفتی دار العلوم دیوبند
۲۸/۲/۱۴۳۸ھ

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دارالعُلوم دیوبَند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ ....

التاریخ 08/12/2016

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی وضاحتی تحریر اور دارالعلوم کا جوابی خط

مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے دارالعلوم دیوبند کے متفقہ موقف کے جواب میں جو وضاحتی تحریر موصول ہوئی تھی دارالعلوم دیوبند نے اس پر عدم اطمینان کا اظہار کرتے ہوئے متفقہ موقف جاری کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور اس کی اطلاع مولانا محمد سعد صاحب کو بھی بذریعہ خط کردی گئی تھی۔ وضاحتی تحریر اور خط کی اشاعت مناسب نہیں سمجھی گئی لیکن اب جب کہ نظام الدین کے بعض ذمہ داران کی طرف سے ایک تمہید کے ساتھ وضاحتی تحریر عام کردی گئی تو اس خط کی اشاعت بھی ضروری ہوگئی جس میں دارالعلوم نے اپنی بے اطمینانی کی سردست کچھ تفصیل درج کی تھی تاکہ لوگوں کو یہ معلوم ہو سکے کہ دارالعلوم کی بے اطمینانی کی بنیاد کیا تھی اور مولانا کے رجوع کی کیا حیثیت تھی؟

ذیل میں مولانا محمد سعد صاحب کی وضاحتی تحریر اور دارالعلوم کا خط شائع کیا جارہا ہے، اگر ضرورت محسوس ہوئی تو مزید تفصیل بعد میں شائع کی جائے گی۔

والسلام

[signature]

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند
۱۴۳۸/۳/۸ھ

مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کی وضاحتی تحریر

Date :
Page :

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

مکرم و محترم حضرت مولانا مفتی ابو القاسم صاحب و دیگر حضرات اکابر علماء کرام

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ حضرات کی تحریر گرامی موصول ہوئی جس میں احقر کے نظریات اور افکار کے سلسلے میں احقر کے بعض بیانات سے قرآن و حدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات تفسیر بالرائے انبیاء کرام کی شان میں بے ادبی یا متفقہ فتاوی کے خلاف اپنی رائے یا جمہور علماء سے ہٹ کر کسی مخصوص نظریہ کی طرف نعوذ باللہ میلان کی شکایات آپ کے یہاں دار الافتاء میں استفتاء کی شکل میں موصول ہونے کا حال تحریر فرمایا گیا

(۱) اس سلسلے میں اولاً احقر بغیر کسی تردد اور تامل کے صاف لفظوں میں اپنا موقف واضح کرنا ضروری سمجھتا ہے کہ احقر الحمد للہ اپنے تمام اکابر و مشایخ علماء دیوبند و مظاہر علوم سہارنپور کے موقف اور اپنی جماعت کے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن کے مسلک و مشرب پر قائم ہے اور اس سے ایک ذرہ انحراف کو بھی پسند نہیں کرتا

اس سلسلے میں جن سابقہ قدیم بیانات کا حوالہ تحریر گرامی میں دیا گیا ہے احقر اس کو اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی جانب سے واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالی سے عفو و مغفرت کا طالب ہے یہ ہمارے اسلاف و مشایخ کی سنت ہے کہ جب کسی موقع پر اپنی غلطی کا

Date: ____
Page: ____

ص ۲

ان کو علم ہوا انہوں نے اس سے رجوع فرمایا۔ اللہ تعالی ہم سب کو اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطاء فرمائے اور کوتاہیوں و لغزشوں سے حفاظت فرمائے۔

(۲) اس سلسلے میں ثانیاً یہ بات عرض کرنا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ دورِ حاضر میں جن حضرات کو ہمارے دعوت والے مبارک عمل سے مناسبت نہیں ہے یا خدانخواستہ مخالفت کا مزاج ہے ان کی تمام تر کوشش یہ رہتی ہے کہ مدارس کے علماء حضرات اور دعوت و تبلیغ کے خدام کے درمیان منافرت و بعد پیدا کیا

[illegible]

[illegible]

خلفشار و انتشار پیدا کیا جائے اور ایک دوسرے سے بدظن کیا جائے اس لئے احقر کا معمول اس طرح کے فتنوں اور بدگمانیوں کے مواقع سے بچنے کے لیے کئی سال سے یہ ہے کہ اپنے اسلاف و اکابر اور جمہور علماء امت اور ان کے موقف و مسلک اور مدارس و مراکز علم کا ذکر و تذکرہ اور ان کی طرف تمام امور میں رجوع اور اپنے تمام مسائل میں علماء سے رابطہ رکھنے کے لیے اپنے بیانات میں غیر معمولی اہتمام کرتا ہوں تاکہ بدگمانیوں کا کوئی موقع کسی کے ہاتھ نہ آئے۔ میرے اس طرح کے بیانات روزانہ مرکز میں جماعتوں کے سیکڑوں افراد کو روانہ کرتے وقت روزانہ ہوتے ہیں جس کا جی چاہے جب چاہے سن لے ملک اور بیرون ملک بڑے اجتماعات میں جہاں کا مجمع لاکھوں سے متجاوز ہوتا ہے وہاں بھی اہتمام کرتا ہوں۔ سال گزشتہ رائے ونڈ کے اجتماع میں بڑی تفصیل سے

احقر نے عوام کے لاکھوں کے مجمع کو علم دین اور علماء دین کی طرف متوجہ کیا حضرت مولانا سلیم اللہ خان کی زیر نگرانی ان کی جامعہ فاروقیہ سے نکلنے والے ماہنامہ الفاروق ماہ ذیقعدہ ۳۶ھ مطابق ماہ اگست ۱۵ء کے شمارے میں جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے اس بیان کو عوام الناس کو بدگمانی کے گناہ سے بچانے کے لیے اہتمام سے شائع کرا کر اپنی اور اپنے مدرسہ کی شرعی ذمہ داری کا ثبوت پیش فرمایا حالانکہ احقر کا بیان اپنی ذاتی حیثیت سے کوئی قابل اشاعت چیز نہیں ہے لیکن انہوں نے اس بیان کے اہم اجزاء سرخی عنوان کے ساتھ مصلحتاً شائع فرمائے مثلاً علم اور علماء اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں ان کی زیارت عبادت ہے علماء کی مجالس ان کی صحبت سے استفادہ قدم قدم پر زندگی میں علماء سے پوچھ پوچھ کر چلنا ہماری محنت اور دعوت کا مقصد جہالت کو ختم کرنا اور حصول علم کی طلب پیدا کرنا۔ دین کے کسی شعبہ کا انکار حضرت

[illegible]

محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا ارتکاب رہے وغیرہ وغیرہ
دو سال قبل ہمارے ملک میں سینا پور کے عالمی اجتماع
میں ۱۴۳۳ھ ماہ بھوپال کے عالمی اجتماع کے بیانات میں
احقر نے ان تمام نازک امور کا پورا خیال رکھا ہے
بھوپال کے گزشتہ ہفتہ کے لاکھوں کے مجمع میں احقر کے
بیان کو تمام ذرائع ابلاغ واٹس ایپ فیس بک یوٹیوب
نے خصوصی اہتمام سے شائع کیا۔ جس میں کہا گیا کہ علماء

Date:
Page:

کی مجالس اور مساجد میں قرآنی تفاسیر کے حلقے یہ ایسی
چیز ہیں جن کی امت کو سخت ضرورت ہے۔ اگر ان کو ہلکا
سمجھا گیا تو یہ بڑا فتنہ اور بڑی محرومی کا سبب ہے
نیز یاد رکھیں کہ ہم کوئی جماعت نہیں ہیں ہمارا کوئی مذہب
اور کوئی الگ طریقہ نہیں ہے ہم اہل سنت والجماعت ہیں اور ہم
سب کے لیے جو چلنے کا راستہ ہے اور ہمارا منشور اور طریقہ ہے
اور دینی و دنیوی امور میں اور علمی استفادہ میں جو ہمارا مرکز
ہے وہ یہ دینی مدارس ہیں جن کو اللہ تعالی نے اس ملک میں
اور خاص طور پر یوپی کے علاقہ میں مرکزی حیثیت عطا فرمائی
ہے، علماء دیوبند کا جو مسلک ہے وہ ہی ہمارا مسلک ہے
تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی کوئی رائے قائم کرنا انتہائی
گمراہی اور فتنہ کا سبب ہے یہ بات دل سے نکال دینا
کہ ہمارا ان مراکز کے علاوہ کوئی اور مرجع ہے اس کی قطعاً
گنجائش نہیں ہے۔ انتہی
بھوپال کے اس ہی اجتماع میں ختم ہونے سے پہلے
وہاں کے دعوت کے ذمہ دار احباب کو امریکہ، کناڈا، برطانیہ
اور یورپ کے علماء کرام اور دعوت کے دیگر احباب نے احقر
کے اس بیان کے خیر مقدم کی اطلاع بھوپال ہی میں دی
جس کا تذکرہ احباب نے مجھ سے کیا اور یہ مذکورہ بالا جملہ
بیانات ہزاروں کی تعداد میں اول سے آخر تک میرے الفاظ
کے ساتھ محفوظ ہیں۔ آج کل کے حیرت ناک عجیب و
غریب ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ایک ایک بات پورے

ص ۵

عالم میں ابھی وقت پہنچ باقی ہے جس وقت وہ اسٹیج سے کہی جارہی ہے۔ پوری دنیا میں مذکورہ بالا بیانات کی اس قدر غیر معمولی اشاعت کے بالمقابل قدیم بیانات میں احقر کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی یا بیان کے وقت تمام حکمتوں اور مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی اس سے آپ جیسے عالمی علمی دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر و اس کے ساتھیوں کے افکار و خیالات موقف و مسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے احقر اس کو نہایت افسوسناک اور دعوت و تبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے فالی اللہ المشتکی والیہ المستعان۔

دنوٹ: ہمارے یہاں مرکز میں لیٹر پیڈ اور مہر وغیرہ کے استعمال کا معمول نہیں ہے۔ نیز احقر کے بیانات پر جو اعتراضات ہیں ان کے متعلق احقر کی کم علمی کے باوجود جو معلومات اور ان کے علمی مراجع وغیرہ ہیں آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

بندہ محمد سعد

بنگلہ والی مسجد نظام الدین دہلی

۲۹ صفر المظفر ۱۴۳۸
مطابق ۳۰ نومبر ۲۰۱۶
بروز چہارشنبہ

مولانا محمد سعد صاحب کی وضاحتی تحریر پر دارالعلوم کا جوابی خط

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دارالعلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ..........................

التاریخ..................

جناب مولانا محمد سعد صاحب وفقنا اللہ وایاکم لما تحبہ وترضاہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

خیریت خواہ بحمدہ تعالیٰ بعافیت ہے۔

تحریر طلب امر یہ ہے کہ آنجناب کا مرسلہ مکتوب پڑھ کر مسرت ہوئی، کیونکہ ہماری سعادت مندی کا تقاضا یہی ہے کہ اگر ہم سے اللہ رب العزت کے پسندیدہ دین کے احکام میں یا اُن کے منتخب و برگزیدہ شخصیات علیہم الصلاۃ والسلام کی شان میں بھول چوک سے کوئی خطا سرزد ہوجائے، تو تنبہ پر بغیر کسی تاخیر کے اس سے رجوع اور اُس کے ناگوار اثرات کے تدارک کی مخلصانہ کوشش کی جائے، آپ کے مرسلہ گرامی نامہ کے ابتدائی حصہ سے بظاہر یہی تاثر ہوتا ہے، جو بلاشبہ قابلِ قدر ہے؛ لیکن خط کے آخری حصہ سے یہ تاثر ختم ہوجاتا ہے۔

کیونکہ خط کے آخر میں آپ نے لکھا ہے کہ ''امور سطور بالا'' کے بالمقابل قدیم بیانات میں احقر کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی یا بیان کے وقت تمام حکمتوں اور مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی، اس سے آپ جیسے عالمی، دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر و اس کے ساتھیوں کے افکار و خیالات، موقف و مسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے، احقر اس کو نہایت افسوس ناک اور دعوت و تبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے'' (بلفظہ)

اس سلسلے میں عرض ہے کہ اولاً تو دارالعلوم دیوبند کے موقف کی بنیاد آپ کے صرف پرانے بیانات نہیں ہیں؛ بلکہ ماضی قریب کے بیانات بھی ہیں؛ بلکہ ایک اقتباس کے کچھ اجزاء کو چھوڑ کر باقی اقتباسات قریبی وقت کے ہیں۔ ثانیاً آپ کے حالیہ بیانات میں مدارس، علماء اور اہل اللہ سے قربت کی ترغیب تو دی گئی ہے؛ لیکن قابل اشکال باتوں سے رجوع یا اُن کی تردید کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ تیسری بات یہ ہے کہ آپ کے مراسلہ کا آخری اور اختتامی حصہ صاف بتا رہا ہے کہ آپ کے نزدیک دارالعلوم دیوبند کا یہ فتوی (جس کے پیش نظر یہ طویل مکتوب ارسال کیا گیا ہے) بدگمانی اور دعوت و تبلیغ کے کام اور اُس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون کے جذبہ سے مرتب کیا گیا ہے، آنجناب کا یہ وہم و خیال یکسر نادرست اور غلط ہے، فتاوے بدگمانی کی بنیاد پر نہیں؛ بلکہ بیان شریعت کے لیے جاری کیے جاتے ہیں، پھر آنجناب کو یہ ضرور معلوم ہوگا کہ ''سوء ظن اور بدگمانی'' علمی و شرعی اعتبار سے اُس ظن و گمان کو کہا جاتا ہے، جو قرائن و امارات و علامات کے بغیر قائم کیا جاتا ہے، جس ظن و گمان کی بنیاد قرینہ و امارت و علامت پر ہو، اسے سوء ظنی اور بدگمانی سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا ہے، علاوہ ازایں دارالعلوم دیوبند کا یہ فتوی اور موقف تو آپ کی صریح اور غیر محتمل عبارتوں پر مبنی ہے، تو اسے بدگمانی پر محمول کرنا بجائے خود یک گونہ بدظنی ہے۔

بایں ہمہ چونکہ آپ ملک کے ایک نہایت معروف علمی و دینی خاندان کے ایک فرد ہیں، پھر دعوت و تبلیغ سے آپ کی پشتینی وابستگی ہے، اس کے پیش نظر اس فتوی میں آنجناب کے ساتھ حسن ظن کے پہلو کو راجح رکھا گیا ہے؛ مگر وائے افسوس کہ آپ اسے بھی بدگمانی پر محمول کررہے ہیں، رہا دارالعلوم دیوبند کا جماعت تبلیغ کے ساتھ بے لوث خیر خواہی کا تعلق اور اپنی تعلیمی و تدریسی مشاغل کی رعایت کے ساتھ تعاون، تو یہ عالم آشکارا ہے، اس پر کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔

مزید یہ ہے کہ خط کے آخر میں نوٹ کے عنوان سے آپ نے لکھا ہے کہ ''احقر کے بیانات پر جو اعتراضات ہیں، اُن کے متعلق احقر کم علمی کے باوجود جو معلومات اور اُن کے علمی مراجع وغیرہ آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی، اس سے محسوس ہوتا ہے کہ آپ اپنی آراء اور افکار و نظریات کو صحیح سمجھتے ہیں اور اُن کے دلائل فراہم کرنا چاہتے ہیں۔

آنجناب کے نام اس مراسلہ کے بعد مراسلت کے سلسلہ کو درازی سے بچانے کی غرض سے یہ خیال ہو رہا ہے کہ اب دارالعلوم دیوبند کا متفقہ موقف اہل مدارس، اہل العلم اور امت کے سنجیدہ حضرات کی خدمت میں ارسال کردیا جائے، تاکہ جماعت کا یہ مبارک کام غلط نظریات و افکار کی آمیزش سے بچ سکے اور اس کی افادیت اور علمائے حق کے درمیان اس کا اعتماد قائم رہے۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ

۳/۵
۳۸ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گرامی قدر مکرم حضرت مولانا ابوالقاسم نعمانی صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آنجناب نے بندے کے چند مختلف بیانات کو قابل اعتراض قرار دیتے ہوئے جو تحریر مرتب فرمائی تھی، جسے عوام میں فتویٰ کا نام بھی دیا گیا، بندہ نے اسکے بارے میں ایک رجوع نامہ آپ کی خدمت میں ارسال کیا تھا جس میں اپنے اکابر سلف اہل سنت والجماعت کے عقائد سے سر مو انحراف سے براءت کا اظہار کر کے جو باتیں انکے مخالف بندہ سے سرزد ہوئی ہوں، ان سے رجوع کا اعلان کیا تھا۔ لیکن اس رجوع نامے کے آخر میں کچھ ایسے جملے آگئے تھے جن کو رجوع کی روح کے منافی سمجھتے ہوئے اس سے متعارض قرار دیا گیا، اس لئے وہ رجوع نامہ قابل قبول نہیں سمجھا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ بندہ اپنا مافی الضمیر اس وقت پوری طرح واضح نہیں کر سکا۔ درحقیقت بات یہ تھی کہ آپ کی تحریر میں بندے کی کچھ باتیں تو ایسی تھیں جن سے بندہ نے غیر مشروط رجوع کا اظہار کیا تھا، اور کچھ باتیں ایسی بھی تھیں جو درحقیقت سلف کے مفسرین کے ایسے کلام سے ماخوذ تھیں، جو شاید معترض حضرات کی نظر سے نہیں گذریں، جسکی وجہ سے انہیں قطعی بے اصل اور محض تفسیر بالرائے قرار دیا گیا، حالانکہ وہ سلف سے منقول ہیں، اور انکی بنا پر کسی بات کو باطل محض یا گمراہی قرار نہیں دیا جاسکتا۔ زیادہ سے زیادہ انہیں مرجوح کہہ سکتے ہیں۔ ان منقولات کے مراجع آنجناب کی خدمت میں بھیجنے کا ارادہ اس غرض سے ظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ رجوع سے رجوع مقصود تھا، بلکہ یہ نقول آنجناب کے علم میں لانے کا منشا یہ تھا کہ ان پر غور فرمالیا جائے، تاکہ ہر قسم کی غلطی کو ایک ہی صف میں شمار نہ کیا جائے، کیونکہ بعض جگہ مضمون کی غلطی ہوگی، بعض جگہ ترجیح کی غلطی، اور بعض جگہ تعبیر کی کوتاہی، اور کچھ باتیں ایسی بھی ہونگی جنکا حاصل نزاع لفظی ہوگا۔ رجوع نامے میں میں

نے تمام امور کا اجمالی جواب دینا چاہا جو ان سب قسموں کو شامل ہو جائے، اس سے تعارض کا شبہ پیدا ہوا، اس لئے بندہ نے اول تو وہ موہم فقرے رجوع نامے سے نکال کر جناب کے پاس بھیجے، اور اب اس تحریر کے ذریعے مفصل طور پر ایک ایک اعتراض کے بارے میں اپنا موقف اور رجوع کی نوعیت واضح کرنا چاہتا ہوں، جس سے ان شاء اللہ تعارض کا اشتباہ رفع ہو جائیگا۔ آپ کی تحریر میں میرے جن بیانات کو قابل اعتراض قرار دیا گیا ہے، اب میں ان میں سے ہر ایک کے بارے میں اپنا موقف عرض کرتا ہوں:

1-موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ

اس واقعے میں بندہ نے جو کچھ بیان کیا، وہ اُن متعدد مفسرین کے قول کی بنیاد پر بیان کیا تھا جنہوں نے جلدی چلے آنے پر باری تعالیٰ کے سوال کو فی الجملہ نکیر پر محمول کیا ہے، اور اسے بنی اسرائیل کی گمراہی کا سبب قرار دیا ہے۔ ان مفسرین کی عبارتیں درج ذیل ہیں: علاّمہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

والاستفهام للانكار ويتضمن كما في الكشف انكار السبب الحامل لوجود مانع في البين وهو ايهام اغفال القوم وعدم الأعتداء بهم مع كونه عليه السلام مامورا باستصحابهم واحضارهم معه وانكار اصل الفعل لأن العجلة نقيصة في نفسها فكيف من أولى العزم اللائق بهم مزيد الحزم۔" روح المعانی(16/ 241)

اسی بات کو معارف القرآن میں بھی ایک قول کے طور پر نقل فرمایا ہے جسکی عبارت یہ ہے:

"آپ کے منصب رسالت کا تقاضا یہ تھا کہ قوم کے ساتھ رہتے، انکو اپنی نظر میں رکھتے، اور ساتھ لاتے۔ آپ کی عجلت کا نتیجہ یہ ہوا کہ قوم کو سامری نے گمراہ کر دیا" (معارف القرآن ص 122 ج6)

لہٰذا جو بات کہی گئی، وہ تفسیر بالرای نہیں تھی، اسکی بنیاد سلف کے کلام میں موجود تھی، اس لئے اگر کوئی اس تفسیر کو اختیار کرے، تو اسے اہل سنت سے خارج نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ بندہ یہ اعتراف کرتا ہے کہ اسکے مقابل دوسری تفسیر جو علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمائی ہے، بے غبار ہے، اور اسکو اختیار کرنا اس لحاظ سے راجح ہے کہ اس سے کسی نبی کی طرف کسی اجتہادی غلطی کی نسبت کی بھی ضرورت نہیں ہوتی، نیز جس انداز اور تفصیل سے بندہ نے وہ بات عوام کے مجمع میں کہی، اس سے مزید غلط فہمیاں بھی پیدا ہو سکتی ہیں جو مقصود نہیں تھیں۔ اس لئے میں اپنے ایسے بیانات سے رجوع کرتا ہوں، اس لئے نہیں کہ وہ تفسیر بالرائ تھی، بلکہ اس لئے کہ وہ مرجوح تھی، اور اسکے بیان میں بھی قصور ہوا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بے ادبی کا شبہ پیدا ہوا، بندہ حضرات انبیاء علیہم السلام کے بارے میں کسی ادنیٰ بے ادبی سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہے۔

اجرت لے کر تعلیم دینا

دراصل بندہ یہ سمجھتا ہے کہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک میں طاعات پر اجرت لینا جائز نہیں ہے، لیکن متاخرین نے جو اجازت دی ہے، وہ حبس وقت کی تاویل سے دی ہے، لہٰذا اسکو تعلیم پر اجرت نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن بندہ سے اس مفہوم کے ادا کرنے میں قصور ہوا، اور بات ایسے انداز سے کہدی گئی جس سے علم دین کے مدرسین کے بارے میں یہ عمومی تاثر پیدا ہو گیا کہ انکا اجرت لینا ناجائز ہے۔ اس تاثر سے بھی بندہ واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے۔

موبائل سے قرآن کریم سننا اور پڑھنا

واقعہ یہ ہے کہ ہمارے زمانے میں موبائل جس قسم کی خلاف شرع باتوں، بلکہ عریانی اور فحاشی میں استعمال ہورہاہے، اسکی وجہ سے یہ بندے کی رائے ہے کہ اس میں قرآن کریم کو محفوظ کر کے اس میں تلاوت کرنا قرآن کریم کی بے ادبی ہے۔ یہ میری اور بعض دوسرے علماء کی بھی رائے ہے، دوسرے اہل علم اس سے اختلاف کرسکتے ہیں۔ لیکن اسکو بیان کرنے میں بندے سے ایک تو یہ چوک ہوئی کہ ایک مجتہد فیہ مسئلے میں مخالف رائے کو بالکل باطل قرار دینا، اسکے قائلین پر نکیر کرنا اور انہیں علماء سوء قرار دینا حدود سے متجاوز تھا جو عوام کو اجتناب کی تلقین کرنے کے سیاق میں سرزد ہوا۔ دوسرے کیمرے والے موبائل کو جیب میں رکھ کر نماز نہ ہونے کا حکم بھی اسی پر متفرع کیا گیا۔ تیسرے اس قسم کے مسائل کو جن میں علماء کرام کی دو رائیں ہوسکتی ہیں، تبلیغی اجتماعات میں بیان کرنے کا معمول نہیں رہا۔ اس مسئلے کا بیان اس معمول کے خلاف ہوا۔

اپنی غلطی کے اس اعتراف کے ساتھ یہ گذارش بھی کرنا چاہتا ہوں کہ جس معاملے میں علماء معاصرین کی آراء مختلف ہوں، جس طرح انہیں عوام کے مجمع میں اس شدت کے ساتھ بیان کرنا درست طرز عمل نہیں جس شدت کے ساتھ بندے نے بیان کیا، اسی طرح اگر کوئی اس معاملے میں محتاط رائے رکھتا ہو، تو یہ ایسی بات نہیں ہے کہ اسکی بنا پر اسے گمراہ یا اہل سنت سے خارج قرار دیا جائے۔

اصلاحی تعلق اور دین کے دوسرے شعبے

بندہ اپنے رجوع نامے کے شروع میں اپنا نقطۂ نظر واضح کرچکا ہے کہ بندے کے نزدیک تبلیغ کے علاوہ تعلیم دین اور تزکیہ کے لئے علماء اور اہل اللہ کی صحبت دین کا اہم شعبہ ہے، اور بندہ اپنے بیانات میں اس پر زور دیتا رہتا ہے، اور ان شاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس پہلو کو زیادہ اہمیت کے ساتھ واضح کرنے کی پوری کوشش کریگا۔ لیکن جب کوئی شخص دین کے کسی ایک شعبے سے وابستہ ہوتا ہے، تو وہ اپنے احباب کو اس شعبے کی اہمیت بتانے

اور انہیں کام پر آمادہ کرنے کے لئے اس پر زیادہ زور دیتا ہے۔ بندہ چونکہ تبلیغ کے کام سے وابستہ ہے، تو اپنے احباب کے سامنے اسی کی اہمیت زیادہ اہتمام کے ساتھ بیان کرتا ہے۔ بعض ایسے مقامات پر اس کام کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے بیان کا کچھ ایسا انداز ہو گیا ہے جس سے معاذاللہ دین کے دوسرے شعبوں کی اہمیت کا کم ہونا سمجھا گیا جو حقیقت یہ ہے کہ مقصود نہیں تھا، اور جس کے مقصود نہ ہونے پر بندے کے دوسرے بیانات شاہد ہیں۔ لہٰذا بندے کا کوئی بھی ایسا بیان جس سے تبلیغ کے علاوہ دین کے دوسرے شعبوں کی ناقدری سمجھ میں آتی ہو، یا جس سے تبلیغ کے شرعی حکم کو کسی ایک خاص طریقے کے ساتھ محدود قرار دینا لازم آتا ہو، بندہ اس سے رجوع اور براءت کا واضح اعلان کرتا ہے، اور ان شاءاللہ آئندہ اس بات کا پورا خیال رکھے گا کہ اس قسم کا کوئی تاثر پیدا نہ ہو۔

امید ہے کہ ان گذارشات کے بعد بندے کے رجوع نامے کے بارے میں پیدا شدہ اشتباہ ان شاء اللہ تعالیٰ رفع ہو جائیگا۔ والسلام مع الاکرام

۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ
۹ جنوری ۲۰۱۷ء

بندہ محمد سعد [signature]

بنگلہ والی مسجد حضرت نظام الدین دھلی

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دارالعُلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ 196/3/1　　　　التاریخ 28/01/2017

باسمہ تعالی

الحمد لله رب العالمین، والصلاة والسلام علی سید الأنبیاء والمرسلین، سیدنا ومولانا محمد وعلی وآله وأصحابه أجمعین. أمابعد:

جناب مولانا محمد سعد صاحب کاندھلوی کے بعض بیانات کی روشنی میں ان کے افکار اور نظریات کے سلسلے میں دارالعلوم دیوبند نے اپنا متفقہ موقف واضح کیا تھا، جس میں کہا گیا تھا کہ تحقیق کے بعد اب یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ان کے بیانات میں قرآن وحدیث کی غلط یا مرجوح تشریحات، غلط استدلالات اور تفسیر بالرائے پائی جارہی ہے۔ بعض باتوں میں انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام کی شان اقدس میں بے ادبی ظاہر ہوتی ہے؛ جب کہ بہت سی باتیں ایسی ہیں جن میں موصوف جمہور امت اور اجماع سلف سے باہر نکل رہے ہیں، چونکہ یہ متفقہ موقف اب عام ہو چکا ہے اس لیے اس کے مکمل اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے رجوع کے نام سے ایک تحریر بھی موصول ہوئی تھی جس پر اطمینان نہیں ہوسکا تھا۔

اب مولانا محمد سعد صاحب کی طرف سے ۱۰ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ کو رجوع کے سلسلے میں ایک نئی تحریر موصول ہوئی ہے، جس کے تمام مشمولات اور تفصیلات سے اگرچہ اتفاق نہیں کیا جاسکتا؛ لیکن اس تحریر میں مولانا نے فی الجملہ اپنے ان بیانات سے رجوع کیا ہے جن کا ذکر دارالعلوم دیوبند کے موقف میں کیا گیا تھا، اور آئندہ ان کا اعادہ نہ کرنے کا وعدہ کیا ہے۔

اب اس موقع پر اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ دارالعلوم دیوبند نے جناب مولانا محمد سعد صاحب کی جن قابل اشکال باتوں کے سلسلے میں اپنا متفقہ موقف ظاہر کیا تھا، وہ موقف اپنی جگہ پر قائم ہے، دارالعلوم دیوبند نے اپنا متفقہ موقف واپس نہیں لیا ہے اور اُن افکار ونظریات کو جن کا ذکر متفقہ موقف میں کیا گیا ہے، دارالعلوم دیوبند بہرحال غلط اور ناقابل قبول سمجھتا ہے اور اُن تمام غلط باتوں پر جن کی نشاندہی متفقہ موقف میں کی گئی ہے، جماعت کی ہر سطح پر قدغن لگانا ضروری سمجھتا ہے؛ لیکن مولانا نے اپنی تحریر میں چونکہ فی الجملہ رجوع کرتے ہوئے آئندہ ان باتوں سے پرہیز کرنے کی یقین دہانی کرائی ہے؛ اس لیے اس پر اعتماد کرتے ہوئے ہم توقع کرتے ہیں کہ مولانا آئندہ ایسی باتوں سے مکمل احتیاط برتیں گے جو علمائے راسخین کے نزدیک قابل گرفت ہوسکتی ہوں، اسی کے ساتھ مولانا محمد سعد صاحب کو بطور خاص اس امر کی طرف متوجہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں ان کے بیانات صرف مرجوح تفسیر کی حیثیت نہیں رکھتے؛ بلکہ وہ یقینی طور پر غلط ہیں اور جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شان اقدس کے منافی ہیں؛ اس لیے اس مسئلہ میں مولانا کو اپنے تمام بیانات کی بلا تاویل تردید کرنی چاہیے، خواہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عجلت کو بنی اسرائیل

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

دارالعلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ 196/3/2 .... التاریخ ....

کی گمراہی کا سبب قرار دینے کا مسئلہ ہو یا ۴۰؍رات دعوت ترک کر کے عبادت میں مشغول رہنے کا الزام ہو، اس مسئلہ کی مختصر وضاحت کے لیے مندرجہ ذیل تحریر ملاحظہ فرمالی جائے، نیز تفصیلی دلائل کے لیے مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کا مضمون **"وَمَآ أَعْجَلَكَ عَنْ قَوْمِكَ يٰمُوسٰى"** کی صحیح و معتبر تفسیر بغور دیکھنی چاہیے، جو اس تحریر کے ہمراہ ارسال ہے اور دارالعلوم دیوبند کی ویب سائٹ پر بھی شائع ہو چکی ہے۔

مولانا محمد سعد صاحب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے متعلق جو بیان کرتے ہیں، اس کے بارے میں قابل توجہ امور:

(۱) مولانا اپنی تحریر مؤرخہ ۱۰؍ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ = ۹؍جنوری ۲۰۱۷ء میں لکھتے ہیں: "میں اپنے ایسے بیانات سے رجوع کرتا ہوں، اس لئے نہیں کہ وہ تفسیر بالرائے تھی، بلکہ اس لئے کہ وہ مرجوح تھی الخ"۔

اس سلسلہ میں عرض ہے کہ یہ مرجوح ہی نہیں بلکہ غلط اور باطل ہے سلف میں سے کسی کا یہ قول نہیں ہے اور نہ کوئی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ایسی بات کہہ سکتا ہے، روح المعانی سے جو عبارت مولانا نے نقل کی ہے اس عبارت کا مولانا کی اس بات سے کہ "موسیٰ علیہ السلام ۴۰؍رات دعوت کے عمل کو چھوڑ کر عبادت میں مشغول ہو گئے، اسی وجہ سے بنی اسرائیل کی اکثریت گمراہ ہوگئی" کوئی ربط و تعلق نہیں ہے۔

(۲) خدائے عالم الغیب والشہادۃ نے "قَالَ فَإِنَّا قَدْ فَتَنَّا قَوْمَكَ" الآیۃ میں واضح الفاظ میں قوم موسیٰ علیہ السلام کی گمراہی کا حقیقی و مجازی سبب بیان فرمادیا ہے۔ اس سے حضرت موسیٰ کا دور دور تک کوئی تعلق نہیں ہے۔

صاحب مظہری کے جس تفسیری قول کو مولانا اپنی دلیل کے طور پر پیش کرتے ہیں، اولاً تو خود قاضی صاحب نے اس کو بصیغۂ تمریض بیان کیا ہے، پھر اس کا جو جواب نقل کیا ہے اُسے لفظ "لعل" سے بیان کیا ہے، معلوم ہوا کہ اس پر خود انھیں بھی جزم و یقین نہیں ہے، علاوہ ازیں اس جواب میں علمی خدشات بھی ہیں، پھر اس کا مولانا کی بات سے کوئی ربط بھی نہیں ہے، ان وجوہ سے اس مسئلہ میں اسے دلیل سمجھنا بڑی بھول ہے، نیز روح المعانی سے جو عبارت نقل کی گئی ہے، اس کا بھی مولانا کی بات سے ادنیٰ تعلق نہیں ہے؛ بلکہ اس کے سیاق و سباق کو پیش نظر رکھ کر دیکھیں تو وہ فی الجملہ مولانا کے دعویٰ کے خلاف ہوگی۔

قرآن مجید کی آیت متعلقہ کو پڑھیے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے باری تعالیٰ کے سوال "مَآ أَعْجَلَكَ" کا جو جواب دیا ہے، اس پر کسی نوع کا کوئی انکار مذکور نہیں، جس سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے جواب کو قبول فرمالیا ہے۔

آگے مولانا لکھتے ہیں کہ: "اس کے بیان میں بھی قصور ہوا جس سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں بے ادبی کا شبہ پیدا ہوا"۔

ذرا اپنے اس جملہ پر غور کریں کہ "موسیٰ علیہ السلام نے صرف ۴۰؍رات دعوت کا عمل نہیں کیا"۔

Ph. : (01336) 222429
Fax : (01336) 222768

Web : www.darululoom-deoband.com
Email: info@darululoom-deoband.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

دارالعلوم دیوبند

Darul-Uloom, Deoband. U.P. India

حوالہ 196/3/3 التاریخ ....

مولانا صریح لفظوں میں کہہ رہے ہیں کہ ''موسیٰ علیہ السلام نے دعوت وتبلیغ جو اُن کا فرضِ منصبی ہے ترک کردیا'' حالانکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے بھائی حضرت ہارون علیہ السلام کو جو بنص قرآنی کارِ نبوت ورسالت میں ان کے شریک عمل تھے، اپنا نائب وقائم مقام بنادیا تھا، اور قرآن بیان کرتا ہے کہ انھوں نے دعوت وتبلیغ کی یہ خدمت انجام بھی دی، پھر بھی مولانا حضرت موسیٰ کو ترک دعوت کا مورد قرار دے رہے ہیں، کیا یہ ان کی شان رسالت میں صریح تنقیص نہیں ہے؟ اس لیے مولانا نے رجوع سے پہلے جو باتیں لکھی ہیں وہ نہ درست ہیں نہ مولانا کے منصب کے مطابق۔

لہٰذا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سلسلہ میں مولانا محمد سعد صاحب اپنے تمام بیانات سے بلا تاویل وتوجیہ رجوع کریں اور اس کا اعلان کریں۔

ابوالقاسم نعمانی غفرلہ
مہتمم دارالعلوم دیوبند

(صدر المدرسین)

ریاست علی غفرلہ
خادم تدریس دارالعلوم دیوبند
۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

۲۲ ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

حبیب الرحمٰن عفا اللہ عنہ
مفتی دارالعلوم دیوبند
۲۵/۳/۱۴۳۸ھ

زین الاسلام قاسمی
مفتی دارالعلوم دیوبند
۲۵/۳/۱۴۳۸ھ

نعمان سیتاپوری غفرلہ
۲۶/۳/۱۴۳۸ھ

محمد اسد اللہ غفرلہ
معین مفتی دارالعلوم دیوبند
۲۵/۳/۱۴۳۸ھ

محمود حسن غفرلہ بلندشہری
۲۶/۳/۱۴۳۸ھ

۲۶/۳/۱۴۳۸ھ

وضاحتی تحریر اور غلط فہمیوں کا ازالہ

مولانا سعد صاحب کے رجوع نامہ کا علمی و تحقیقی جائزہ

واضح رجوع کے بعد اکابر علماء کی بے اطمینانی کی وجہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سیدالمرسلین محمد وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین

وضاحتی تحریر، غلط فہمیوں کا ازالہ

مولانا سعد صاحب کا رجوع واعتراف کیوں قابل قبول نہیں؟ واضح رجوع کے بعد اکابر علماء کی بے اطمینانی کی وجہ

ضروری تمہید

مرکز نظام الدین کے موجودہ ذمہ دار حضرت مولانا سعد صاحب سے کوتاہ علمی کے سبب برسہابرس سے ان کے بیانات میں ایسی فاش غلطیاں ہورہی ہیں، جن کے متعلق ہندوپاک اور بنگلہ دیش کے اکثر اکابر علماء کا اتفاق ہے کہ ان کی اصلاح بہت ضروری ہے، بہت سے علماء چار پانچ برس سے تقریراً وتحریراً بالمشافہ اور بالواسطہ ان کو متنبہ بھی کرتے رہے ہیں، لیکن مولانا ان کی طرف قطعاً التفات نہ فرماتے تھے، نہ کسی تحریر کا جواب نہ اقرار وتسلیم نہ رجوع واعتراف اور بیانات حسب سابق جاری وساری، اس سے امت کو زبردست دینی نقصان اور غلط پیغام پہنچ رہا تھا، اس کی وجہ سے مرکز نظام الدین کے اکثر پرانے اہل حق ان سے علیحدہ ہوگئے، مخلص عوام بیچارے اس حقیقت کو کیا سمجھیں۔

معاملہ حد سے آگے بڑھا علماء کو فکر ہوئی، ہندوپاک سے علماء کے خطوط وسوالات آئے، مرکز دارالعلوم دیوبند نے امت کی حفاظت کے خاطر ان کے غلط بیانوں کے سدّ باب کے لئے فتویٰ صادر کرنے کا فیصلہ کیا، مولانا سعد صاحب اور ان کے متعلقین کو اس کا علم ہوا تو مرکز نظام الدین سے ایک وفد دارالعلوم دیوبند آیا، اس نے اور دوسرے بعض اہل علم نے مولانا کی حمایت میں سفارش کی کہ ایسا فتویٰ صادر نہ کیا جائے، وہ آئندہ ایسی غلطیاں نہ کریں گے اور اپنی سابقہ غلطیوں سے توبہ ورجوع بھی کریں گے، چنانچہ مرکز دارالعلوم دیوبند نے اپنے فتوے کو مصلحتاً روک لیا صادر نہیں کیا، اسی کی قریبی تاریخوں میں بھوپال کا تبلیغی اجتماع پیش آیا، جس میں مولانا سعد صاحب نے واضح طور پر لاکھوں کے مجمع میں بیان فرمایا جس کے چند جملے یہ ہیں:

’’ہم کوئی جماعت نہیں، ہمارا کوئی الگ طریقہ نہیں، ہم اہل سنت والجماعت ہیں، ہم سب کی رہبری اور ہم سب کے لئے جو ضابطہ اور جو منشور اور طریقہ ہے اور علمی استفادہ میں اور دنیاوی ودینی امور میں صحیح راستہ حاصل کرنے کا جو مرکز ہے وہ دینی مدارس ہیں دیوبند اور اہل دیوبند، ان کا مسلک ہی ہمارا مسلک ہے ذرہ برابر کسی شعبے میں اپنی رائے قائم کرنے کی کوئی گنجائش نہیں، جہاں تک مسائل کا کا تعلق ہے تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی رائے اختیار کرنا گمراہی اور بڑے فتنہ کا سبب ہے، درس تفسیر درس حدیث اور مختلف علمی حلقے، ان سے تعارض کرنا بڑی جہالت ہے علم تو مطلوب ہے بس یہ ضرور دیکھ لو کہ مسلک اہل سنت والجماعت اور مسلک دیوبند سے متعلق ومنسلک ہے یا نہیں‘‘۔

اس کے بعد ۳۰ رنومبر ۲۰۱۶ء کو مولانا سعد صاحب کی طرف سے توبہ ورجوع نامہ لکھ کر دارالعلوم دیوبند بھیجا گیا، جس میں مولانا نے واضح طور پر تحریر فرمادیا کہ:

’’احقر الحمدللہ! اپنے تمام اکابر ومشائخ علمائے دیوبند وسہارنپور کے موقف اور اپنی جماعت کے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن کے مسلک ومشرب پر قائم ہے، اور اس سے ایک ذرہ انحراف کو بھی پسند نہیں کرتا، اس سلسلے میں جن سابقہ قدیم بیانات کا حوالہ تحریر گرامی

میں دیا گیا ہے احقر اس کو اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی جانب سے واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے عفو ومغفرت کا طالب ہے ......علمائے دیوبند کا جو مسلک ہے وہی ہمارا مسلک ہے تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی رائے قائم کرنا انتہائی گمراہی اور فتنہ کا سبب ہے"۔(ص:۴)

نیز اسی رجوع میں مولانا نے علم وعلماء اور مدارس کی اہمیت کے تعلق سے اپنے ایک بیان کا بھی ذکر کیا جس کو پاکستان کے رسالہ "الفاروق" نے شائع کیا تھا جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے، مولانا ارشاد فرماتے ہیں:

"علم اور علماء اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت ہیں، ان کی زیارت عبادت ہے.........دین کے کسی شعبے کا انکار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کا انکار ہے.........وغیرہ وغیرہ۔(ص:۳)

اسی سیاق میں مولانا نے دو سال قبل سیتا پور کے عالمی اجتماع میں ہونے والے اپنے بیان کا بھی ذکر کیا ہے۔

بظاہر تو مولانا کا یہ رجوع بالکل کافی ہو جانا چاہئے تھا خصوصاً مولانا کی بھوپال کی تقریر کے بعد، لیکن اس کے باوجود اکابر علماء محققین اور ارباب دارالعلوم دیوبند ان کی رجوع والی تحریر سے مطمئن کیوں نہیں ہوئے؟ اس سوال نے بہت سے سادہ لوح کم علم لوگوں کو اکابر علماء اور حضرات دارالعلوم دیوبند کی طرف سے بدگمانی اور شک وشبہ میں مبتلاء کر دیا ہے، اور واقعی یہ بھی اہم بات ہے کہ جب ایک شخص اپنی غلطیوں کا معترف اور رجوع کا اعلان بھی کر رہا ہے تو پھر اس کے قبول کرنے میں کیا تأمّل؟ اس لئے اس کی وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے تاکہ امت کا بڑا طبقہ علمائے حق اور اصحاب دارالافتاء سے بدگمان ہو کر طرح طرح کے شکوک وشبہات میں مبتلا نہ ہو۔

(۱) اپنی غلطیوں کے اقرار ورجوع سے اتنا تخلّف اور تاخیر کیوں؟

مولانا کے بیانات میں اسباب جدیدہ وقدیمہ، خواہ بندوں کے بنائے ہوئے ہوں یا اللہ کے بنائے ہوئے سب کا انکار، انبیاء کی توہین، آیات کی غلط یا مرجوح تفسیر، خلاف شرع باتوں اور متفقہ فتوؤں کے خلاف باتیں بکثرت پائی جاتی ہیں، جن کی طرف علماء محققین کئی سال سے برابر مولانا کو توجہ دلا رہے تھے، لیکن مولانا کبھی اپنی کسی غلطی کا نہ اعتراف کرتے ہیں، نہ کسی تحریر کا جواب دیتے ہیں نہ اصلاح ورجوع فرماتے ہیں، دسیوں مرتبہ مختلف علماء کرام نے ہر طرح ان کو توجہ دلائی لیکن مولانا نے کبھی اس کی طرف توجہ نہیں فرمائی، جب سر پر آ پڑی کہ مرکز دارالعلوم دیوبند ان کے خلاف فتویٰ صادر کرنے جا رہا ہے تو وفد بھی حمایت کے لئے آگے بڑھا اور رجوع نامہ بھی سامنے آ گیا، لیکن وہ بھی ایسا کہ اس کا آخری حصہ ابتدائی حصہ کے معارض ہے، جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ اکابر دارالعلوم دیوبند نے ان کی غلط بیانیوں پر جو فتویٰ تحریر کیا ہے وہ بدگمانی پر مبنی ہے اور اکابر دارالعلوم دیوبند کی طرف سے دعوت وتبلیغ کو حمایت اور تعاون حاصل نہیں ہے، اور عملی طور پر جو لوگ اس میں شریک نہیں ہیں اور جن کو اس کام سے مناسبت نہیں ہے وہ منافرت پھیلا رہے ہیں، پھر اخیر میں اس انداز کی بات بھی تحریر فرمائی ہے کہ بہت سی قابل اعتراض باتوں کے جوابات اور مراجع بھی ہمارے پاس موجود ہیں جن کو تیار کر کے بھیجا جائے گا، پھر یہ رجوع بھی ایسا مبہم کہ یہ فیصلہ کرنا مشکل کہ مولانا کن باتوں سے رجوع فرما رہے ہیں اور کن باتوں کے مراجع اور دلائل پیش فرمائیں گے؟۔

(۲) رجوع در رجوع کا نمونہ

مولانا کی رجوع نامہ کی تحریر میں کھلا ہوا تضاد محسوس ہوتا ہے کیونکہ ایک طرف تو مولانا رجوع نامہ کے شروع کی تحریر میں اپنے غلط بیانات سے رجوع فرماتے ہیں، رجوع کرنا یہ اپنی غلطیوں کا اقرار واعتراف کرنا ہے، دوسری طرف رجوع نامہ کی آخری سطروں میں رجوع سے رجوع کرتے نظر آتے ہیں، کیونکہ اخیر کی سطروں میں انہوں نے بجائے غلطیوں کا اقرار واعتراف کرنے کے قابل اعتراض باتوں کے مراجع، حوالے، دلائل پیش کرنے کی بات فرمائی ہے، اور اظہار افسوس کے ساتھ دارالعلوم دیوبند پر بدگمانی کا بھی الزام لگایا ہے، چنانچہ مولانا تحریر فرماتے ہیں:

”..........آپ جیسے عالمی علمی دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر واس کے ساتھیوں کے افکار وخیالات وموقف ومسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے احقر اس کو نہایت افسوسناک اور دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے، فالی اللہ المشتکیٰ والیہ المستعان، احقر کے بیانات پر جو اعتراضات ہیں ان کے متعلق احقر کی کم علمی کے باوجود جو معلومات اور ان کے علمی مراجع وغیرہ ہیں آئندہ ارسال کرنے کی کوشش کی جائے گی“۔

سوال یہ ہے کہ مولانا کی شروع کی تحریر میں جس غلطی کا اعتراف اور رجوع کی وضاحت ہے اخیر کی عبارت میں اس رجوع سے رجوع کیوں؟ جب کہ اکابر کے نقش قدم پر چل کر اکابر ہی کے حوالے سے اپنی غلطیوں سے رجوع فرمارہے ہیں، جیسا کہ تحریر فرماتے ہیں:

”ہمارے اسلاف ومشائخ کی سنت ہے کہ جب کسی موقع پر اپنی غلطی پر ان کو علم ہوا انہوں نے اس سے رجوع فرمالیا“۔

قابل غور بات یہ ہے کہ کیا اکابر کا رجوع بھی ایسا ہی ہوا کرتا تھا جیسا کہ مولانا نے کیا ہے کہ قابل رجوع باتوں کی طرف توجہ دلانے والوں پر الزام لگارہے ہیں اور جواب دینے کو بھی تیار ہیں، پھر یہ کیسا رجوع؟

اگر واقعی علماء کی توجہ دلانے کے بعد مولانا کو اپنی غلطیوں کا احساس ہے اور اپنے رجوع کو صحیح سمجھتے ہیں اور ان کے تقریری وتحریری اقرار کے مطابق مسلک دیوبند پر قائم ہیں اور اس سے انحراف کو گمراہی سمجھتے ہیں جیسا کہ اپنے رجوع نامہ میں مولانا نے خود تحریر فرمایا کہ:

”احقر اپنے تمام اکابر ومشائخ، علمائے دیوبند اور مظاہر علوم سہارنپور کے موقف پر قائم ہے اور اس سے ایک ذرہ انحراف کو بھی پسند نہیں کرتا .....علمائے دیوبند کا جو مسلک ہے وہ ہمارا مسلک ہے، تبلیغی کام کرنے والوں کا اپنی کوئی رائے قائم کرنا انتہائی گمراہی اور فتنہ کا سبب ہے“۔(ص:۴)

اگر واقعی مولانا اپنے اقرار میں سچے ہیں تو دیانت داری کا تقاضہ یہ ہے کہ کوئی دارالافتاء آپ کے رجوع کو تسلیم کرے یا نہ کرے، رجوع کا معاملہ تو فیما بین العبد والرّب ہوتا ہے، اذا ثبت الشیء ثبت بلوازمہٖ، جب آپ اس مسلک حق پر قائم ہیں تو آپ کے بیانات میں یا رسالوں میں یا آپ کی طرف منسوب باتوں میں جتنی بھی اس قسم کی باتیں پائی جاتی ہیں جو مسلک اہل سنت والجماعت، مسلک دیوبند اور متفقہ فتوؤں کے خلاف ہیں ان سب سے آپ کو واضح الفاظ میں برأت اور رجوع کا اعلان فرمانا چاہئے، اور آئندہ ایسی باتوں کے بیان کرنے سے پوری احتیاط کرنا چاہئے، یہ ہے اکابر کا طریقہ جس کو حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ اور علامہ سید سلیمان ندویؒ نے اختیار کیا تھا۔

ہر چیز کی ایک حقیقت ہوتی ہے اور پھر اس کے لازمی تقاضے اور حقوق بھی ہوتے ہیں، اگر آپ کا رجوع واقعی حقیقت پر مبنی ہے تو آپ پر لازم ہے کہ اس کے تقاضوں کو بھی پورا کردیں۔

(۳) مولانا کے رجوع کو اصحاب دارالافتاء نے کافی کیوں نہیں سمجھا؟

مولانا اپنے رجوع نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”احقر کی کسی چوک یا زبان کی بے احتیاطی، یا بیان کے وقت تمام حکمتوں اور مصلحتوں کے احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے اظہار خیال میں جو کوتاہی ہوئی اس سے آپ جیسے عالمی علمی، دینی مرکز کے اہم ذمہ دار حضرات کو احقر واس کے ساتھیوں کے افکار وخیالات وموقف ومسلک میں کسی قسم کی جو بدگمانی ہوئی ہے احقر اس کو نہایت افسوسناک اور دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل اور اس کے مرکز کے ساتھ عدم تعاون سمجھتا ہے، فالی اللہ المشتکیٰ والیہ المستعان“۔

مولانا کے اس منفی انداز اور متضاد تحریر نے اکابر علماء وارباب افتاء کے لئے اور تمام حق پسندوں کے لئے کئی طرح کے سوالات کھڑے کردیئے۔

(الف) مولانا کے اس بیان کا حاصل تو یہ نکلتا ہے کہ میری طرف خلاف شرع، خلاف اصول اور مسلک جمہور سے ہٹ کر یا متفقہ فتوؤں کے خلاف باتیں کہنے کی جو نسبت کی گئی ہے وہ محض بدگمانی ہے، مولانا کے فرمان کے مطابق اس نوع کی جو غلطیاں ان سے صادر ہوئی ہیں وہ محض چوک

یا سبقت لسانی اورزبان کی بے احتیاطی اور بیان کے وقت حکمتوں ومصلحتوں کا احاطہ نہ ہونے کی وجہ سے محض اظہارخیال میں کوتاہی کے سبب ہوئی ہیں، اس کا مطلب تو یہی نکلتا ہے کہ مولانا قابل گرفت غلطیوں کی بس یہی حیثیت ہے کہ وہ چوک یازبان کی بے احتیاطی پر مبنی ہے جن کو مسلک جمہور کے خلاف یا متفقہ فتوؤں کے خلاف ہونے کا الزم دے دیا گیا ہے، یہ مولانا کے ساتھ بہت بڑی بدگمانی اورناانصافی ہے، جودینی مرکز کے بڑے ذمہ داروں کے شایان شان نہیں بلکہ افسوسناک ہے، پھراسی زیادتی کی انہوں نے اللہ سے شکایت اور مدد چاہی ہے اوراس اظہار حقیقت کومولانا نے اس مبارک عمل کے ساتھ عدم تعاون پر محمول کیا ہے۔

مولانا کے اس انداز بیان کی وجہ سے ہی ان کے رجوع نامے کوعلماء نے کافی نہیں سمجھا، کیونکہ مولانا کی اس نوع کی جوغلطیاں ہیں وہ محض زبان کی بے احتیاطی یا سبقت لسانی یا چوک اور محض حکمتوں کے احاطہ نہ کرنے کی وجہ سے نہیں ہیں بلکہ مولانا ایک دونہیں بہت سی ایسی باتوں کو پورے یقین اورقطعیت کے ساتھ بیان فرماتے ہیں، پھران کے دلائل بھی بیان کرتے ہیں، پھران کے خلاف رائے رکھنے والوں پراظہارتعجب اورنکیر بھی فرماتے ہیں، مثلاً سیتاپور کے عالمی اجتماع ہی میں (جس کا حوالہ بھی مولانا نے اپنے رجوع نامہ میں دیا ہے)لاکھوں کے مجمع میں پوری قوت سے باربار یہ بات فرمائی کہ:

’’توبہ کی تین شرطیں تو لوگ بیان کرتے ہیں، چوتھی بھول گئے، بیان ہی نہیں کرتے، چوتھی شرط کیا ہے خروج فی سبیل اللہ جس کولوگ (علماء ومحدثین بھی) بیان نہیں کرتے، پھراس کی دلیل میں بنی اسرائیل کے ۹۹ قاتل کا قصہ ذکرفرمایا کہ خروج کے بعد ہی اس کی توبہ قبول ہوئی.........‘‘

اسی طرح مولانا نے سیتاپور ہی کے اجتماع میں لاکھوں کے مجمع کے سامنے پوری قوت اورتفصیل سے بیان فرمایا کہ:

’’خارجی لقمہ ہرگزنہیں لیا جائے گا ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی یہ فقہ حنفی کا مسئلہ ہے، اور پھراس سے نتیجہ یہ نکالا کہ جولوگ عملی طور پرتمہارے کام میں، گشت، تعلیم، مشورے وغیرہ میں شریک نہیں ہوتے ان کو مشورہ دینے کی بھی اجازت نہیں، ان کا لقمہ ہرگز مت قبول کرو، ورنہ نماز فاسد ہوجائے گی‘‘

مولانا کے اس بیان اورغلط نتیجہ نکالنے سے کتنی بدگمانیاں اوراس کام سے دوری پیدا ہوئی اللہ ہی بہتر جانتا ہے، یہ بات بھی مولانا نے سبقت لسانی میں بیان فرمائی یا کیسے؟

اسی طرح مولانا پوری قوت اورتاکید کے ساتھ بیان فرماتے ہیں، بھوپال اورسیتاپور کے عالمی اجتماع میں بھی بیان فرمایا کہ:

’’موبائل میں قرآن پاک سننے سے قسم خدا کی گناہ تو ملے گا ثواب نہ ملے گا، قسم خدا کی گناہ تو ملے گا ثواب نہ ملے گا‘‘ پھراس کے دلائل بھی بیان فرمائے اوراسی طرح کی دسیوں باتیں جمہور مسلک کے اورمتفقہ فتوؤں کے خلاف پورے وثوق اوریقین سے بیان فرماتے ہیں، اورجوعلماء اس کے خلاف کہتے یا سکوت کرتے ہیں ان سب کومولانا پوری قوت اورتاکید سے علماء سو کہتے ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا یہ سب سبقت لسانی، زبان کی بے احتیاطی اور چوک کی بناء پراورمحض حکمتوں کے احاطہ نہ کرسکنے کی وجہ سے بیان فرماتے ہیں یا پوری قطعیت اوریقین کے ساتھ مدلل طورپر فیصلہ کن بات فرماتے ہیں؟ پھرمولانا کا اپنے رجوع نامہ میں یہ شکوہ اورالزام کیونکردرست ہوا کہ: احقر کی کسی چوک یازبان کی بے احتیاطی......الخ۔

(۴) رجوع نامہ میں رسالہ ’’الفاروق‘‘ کی تقریر کا حوالہ اوراس پرایک سوال

مولانا محترم نے اپنے رجوع نامہ میں پاکستان سے نکلنے والے رسالہ ’’الفاروق‘‘ میں اپنی تقریر کا حوالہ دیا جو چارزبانوں میں شائع ہوتا ہے، مولانا تحریرفرماتے ہیں:

’’احقر نے عوام کے لاکھوں کے مجمع کوعلم دین اورعلماء دین کی طرف متوجہ کیا، حضرت مولانا سلیم اللہ خاں کی زیرنگرانی ان کی جامعہ فاروقیہ سے نکلنے والے ماہ نامہ ’’الفاروق‘‘ ذیقعدہ ۱۴۳۶ھ کے شمارہ میں جو چارزبانوں میں شائع ہوتا ہے اس بیان کوعوام الناس کو بدگمانی کے گناہ سے بچانے کے

لئے.....شائع فرمایا.....الخ‘‘

لیکن اسی رسالہ ’’الفاروق‘‘ ہی میں اس کے بعد کے شمارہ شعبان ۱۴۳۷ھ میں مولانا کی تقریر موبائل میں قرآن پاک سننے اور کیمرے والے موبائل سے متعلق شائع ہوئی ہے جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے جس کے چند جملے یہ ہیں:

’’میرے نزدیک تو نماز بھی نہیں ہوتی اس شخص کی جس کی جیب میں کیمرے کا موبائل ہو، جتنے چاہو فتوے لے لو علماء سے، جیب میں موبائل رکھ کران کی نمازوں میں فرشتے ہوتے ہوں گے کہ نہیں ہوتے ہوں گے، خدا کی قسم سب کو دھوکہ ہے، ان کے ساتھ نماز میں شیاطین ہوتے ہیں، فرشتہ ایک نہیں ہوتا، ان کی تو گدی پر شیطان سوار ہے، کسی فرشتہ کے ہونے کا امکان نہیں، میں تو سمجھتا ہوں علماء سوء ہیں، علماء سوء ہیں وہ جن علماء نے مشتبہ چیزوں میں تساہل برتا ہے اور ان چیزوں کے بارے میں سکوت اختیار کیا ہے، ایسے علماء علماء سوء ہیں، میرے نزدیک علماء سوء ہیں جنہوں نے تصویر کے بارے میں سکوت یا تصویر کے بارے میں تاویلات یا تصویر کے بارے میں تساہل برتا ہے وہ علماء سوء ہیں اور اللہ ان سے حساب لے گا‘‘

(ماہنامہ رسالہ الفاروق، کراچی پاکستان، ص:۲۴ شعبان ۱۴۳۷ھ)

مولانا نے اپنے اس بیان میں کیمرے والے موبائل کو جیب میں رکھ کر نماز نہ ہونے کی بات پورے یقین سے فرمائی ہے، دوسرے موقعوں میں موبائل میں قرآن پاک سننے، تلاوت کرنے کو بھی ناجائز اور موجب گناہ بتلایا ہے، اور پیشاب دانی کی مثال دے کر سمجھایا ہے، اور جو علماء تاویل کے ساتھ اس کو جائز قرار دیتے یا سکوت کرتے ہیں ان سب کو بار بار علماء سوء قرار دیا ہے اور ان سب کی گدّی پر شیطان سوار بلکہ خود ان کو ہی شیطان قرار دیا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

مولانا کا مذکورہ بالا بیان رسالہ ’’الفاروق‘‘ میں شائع ہوا ہے جو چار زبانوں میں شائع ہوتا ہے، مولانا کی یہ غلط بات کہاں کہاں نہ پہونچی ہوگی، جب کہ یہ یقینی بات ہے کہ عرب وعجم کے علماء اور حرم مکہ ومدینہ اور مسجد نبوی کے ائمہ، علماء دیوبند، علماء سہارنپور، علماء ندوۃ العلماء، علماء شاہی مرادآباد اور خود وہ مدرسہ جہاں سے یہ رسالہ شائع ہوتا ہے، یہ سارے علماء جیب میں موبائل رکھ کر نماز کو درست قرار دیتے ہیں، موبائل سے قرآن پاک سننے کو بھی جائز قرار دیتے ہیں، موبائل کی تصویر کے بارے میں بہت سے علماء توجیہ وتاویل کرتے ہیں، بہت سے سکوت بھی کرتے ہیں، کیا یہ سب حرم پاک ومسجد نبوی کے ائمہ اور علماء دیوبند وندوہ سب علماء سوء ہیں؟ سب کی گدّی پر شیطان سوار ہے؟ کیا حرم پاک میں نماز پڑھنے والوں کی جن کی جیب میں موبائل ہو نماز نہ ہوگی؟ تب تو لاکھوں کی نماز نہ ہوتی ہوگی، یہ ہے مولانا کا فتویٰ! سوال یہ ہے کہ مولانا نے اپنی اس بات سے بھی رجوع کیا یا نہیں؟

خوف خدا اور دیانت داری کی بات تو یہ ہے کہ جس طرح مولانا کی وہ تقریر جو رسالہ الفاروق میں شائع ہوئی جس کا تذکرہ مولانا نے اپنے رجوع نامہ میں کیا ہے، اسی طرح خصوصیت کے ساتھ اس مسئلہ سے متعلق (جس میں انہوں نے ائمہ حرم ومدینہ اور علماء دیوبند وندوہ سب کی شان میں گستاخی کی ہے) اب مولانا کا رجوع ومعافی نامہ بھی اسی رسالہ میں شائع ہونا چاہئے، تا کہ وہ بھی چار زبانوں میں شائع ہو، اور جو غلط پیغام امت تک پہنچ چکا ہے کسی درجہ میں اس کی اصلاح اور تدارک ہو سکے۔

(۵) یہ انداز بیان دعوت وتبلیغ کے اصول اور مولانا محمد الیاسؒ کی ہدایت اور مسلک ندوہ کے بھی خلاف ہے

مولانا کی یہ بات دعوت وتبلیغ کے اصول اور حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بنیادی ہدایت کے بھی تو خلاف ہے، حضرت مولانا محمد الیاس تحریر فرماتے ہیں، جس کو حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے:

’’آپ لوگ خوب یقین فرمالیجئے کہ ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ نہ کسی کی دل آزاری کو پسند کرتی ہے اور نہ کسی فتنہ وفساد کے الفاظ سننا چاہتی ہے، آپ لوگوں نے بدعتی کے لفظ سے بعض جگہ کے لوگوں کو یاد کیا ہے، آئندہ ایسے الفاظ سے احتراز چاہئے، جو اشتعال انگیز فتنہ خیز ہوں

......دوسروں کے عیب کی کوشش، بے ہنری اور کام کو بے رونق کرنے والی چیز ہے دوسروں میں عیب نکالنے سے اپنا مایہ بھی جاتا رہتا ہے“۔
(مکاتیب مولانا محمد الیاسؒ ص:۱۴۲ جمع کردہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

نیز مولانا محمد الیاس صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں:

ہمارے طریقہ تبلیغ میں عزت مسلم اور احترام علماء بنیادی چیز ہے.........ایک عامی مسلمان کی طرف سے بھی بلا وجہ بدگمانی ہلاکت میں ڈالنے والی ہے اور علماء پر اعتراض تو بہت سخت چیز ہے۔ (ملفوظات مولانا محمد الیاسؒ ص:۵۶ ملفوظ نمبر ۵۴ جمع کردہ مولانا محمد منظور نعمانیؒ)

اب سوال یہ ہے کہ مولانا دعوت وتبلیغ کے اہم اصول اور مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ کی بنیادی ہدایت کے خلاف لاکھوں کے مجمع میں بار بار یہ بیان فرما رہے ہیں اور ان کا یہ بیان چار زبانوں میں شائع بھی ہو رہا ہے کہ ”علماء سوء ہیں، شیطان ان کی گدّی پر سوار ہے.......وغیرہ وغیرہ اس سے دعوت وتبلیغ سے منسلک لاکھوں لوگوں کی کتنی غلط ذہن سازی اور علماء اور مفتیوں کی طرف سے کتنی بدگمانی پیدا ہوئی۔

مولانا کا اس نوع کا بیان مسلک ندوہ کی بھی قطعاً خلاف ہے، حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ مسلک ندوہ کو بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

”فروعی وفقہی مسائل کے بارے میں اس کا مسلک یہ ہے کہ حتی الامکان اختلافی مسائل چھیڑنے اور ایسے ہر طرز عمل سے احتراز کیا جائے جس سے منافرت بڑھے اور امت کا شیرازہ منتشر ہو“۔ (کاروان زندگی اول)

مولانا کا مذکورہ مطبوعہ بیان مسلک ندوہ کے بھی خلاف ہے، اب آیا مولانا نے اس بھی رجوع کیا یا نہیں؟ یا اس کے حوالے اور مراجع پیش فرمائیں گے؟ ضرورت کا تقاضا تو یہ ہے کہ مولانا کو اس طرح کی باتوں سے علی الاعلان عام مجمع میں اسی طرح رجوع کرنا چاہئے، جیسا کہ علی الاعلان یہ بیان فرمایا ہے، اور آئندہ ایسے بیانات سے پوری احتیاط رکھنا چاہئے۔

(۶) رواجی چیزوں کے ذریعہ یہ وضاحت واعلان ایک سوالیہ نشان

مولانا کے رجوع نامہ کی تحریر نے ایک سوال اور کھڑا کر دیا، وہ یہ کہ اب تک تو مولانا پوری قوت سے بار بار رواجی چیزوں کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کرنے پر سخت نکیر فرماتے تھے اور اذان کی مشروعیت کے قصہ کو بطور دلیل کے بیان فرمانے کے بعد فیصلہ کن بات یہ ارشاد فرماتے تھے کہ:

”رواجی چیزوں کے ذریعہ حق تبلیغ ادا نہیں ہو سکتا، اس کو دعوت کہا ہی نہیں جا سکتا، رواجی چیزوں کے ذریعہ رواج کو ترقی ہوگی گمراہی تو پھیلے گی ہدایت اور دین کی ترقی نہیں ہوگی“ وغیرہ وغیرہ۔

ایک طرف تو مولانا کے یہ بیانات دوسری طرف اپنے رجوع نامہ میں بطور تعریف اور تائید کے مولانا خود تحریر فرماتے ہیں:

”بھوپال کے گذشتہ ہفتے کے لاکھوں کے مجمع میں احقر کے بیان کو تمام ذرائع ابلاغ، واٹس اپ، فیس بک، یوٹیوب نے خصوصی اہتمام سے شائع کیا...........مذکورہ بالا جملہ بیانات ہزاروں کی تعداد میں اول سے آخر تک میرے الفاظ کے ساتھ محفوظ ہیں، آج کل کے حیرت ناک عجیب وغریب ذرائع ابلاغ کی وجہ سے ایک ایک بات پورے عالم میں اسی وقت پہنچ جاتی ہے جس وقت وہ اسٹیج سے کہی جا رہی ہے“۔ (ص:۳،۴)

ایک طرف تو مولانا کے رجوع نامے کی یہ تحریر جس میں مولانا نے تعریف وتائید کے طور پر متعدد ذرائع ابلاغ اور رواجی چیزوں کا تذکرہ فرمایا، دوسری طرف اسی بھوپال کے اجتماع میں دوسرے موقع پر لاکھوں کے مجمع میں مولانا نے جدید ذرائع ابلاغ اور رواجی چیزوں کے ذریعہ تبلیغ کرنے پر سخت نکیر فرمائی یہاں تک فرمایا کہ رواجی چیزوں کے ذریعہ رواج کو تو ترقی ہوگی، ہدایت کو ترقی نہیں ہوگی، نیز جدید آلات کے استعمال پر سخت نکیر فرمائی، نہ صرف موبائل بلکہ ٹیپ ریکارڈ تک میں قرآن پاک کو سننے کو ناجائز بتلایا، اور جو علماء ومفتیان کرام اس کو جائز قرار دیتے ہیں ان پر تبصرہ اور نکیر کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا:

”کہتے ہیں کہ استعمال کرنے والے کی نیت کے اعتبار سے اس کا حکم ہوگا، نہیں نہیں کسی چیز کی حِلّت وحرمت کا مدار استعمال کرنے والے سے نہیں بلکہ بنانے والے کی نیت پر ہے کہ کس نیت سے وہ آلہ بنایا گیا ہے؟ وغیرہ وغیرہ..........“

سوال یہ ہے کہ مولانا کا بھوپال کا وہ بیان جو متعدد ذرائع ابلاغ واٹس اپ، فیس بک وغیرہ کے ذریعہ عام ہوا، جنہیں مولانا بڑی حیرت کے ساتھ تعریف وتائید کے طور پر اپنے رجوع نامہ میں ذکر فرمارہے ہیں، لیکن مولانا ہی کے بیان کے مطابق سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان رواجی چیزوں کے ذریعہ یہ ابلاغ وتبلیغ جائز ہوئی یا ناجائز اور اس سے ہدایت پھیلی یا کیا؟ اور اس سے دین کو ترقی ہوئی یا رواج کو اور استعمال کرنے والوں کی نیت کا اعتبار ہوگا یا ان آلات کے بنانے والوں کی نیت کا؟ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کے ان بیانات اور رجوع نامہ کی متضاد تحریر نے بڑے سوالات پیدا کر دیئے، ان کی کس بات کو راجح اور صحیح قرار دیا جائے؟ نہ معلوم اب آئندہ کیا فرمائیں گے، سامعین عوام وخواص ان کے ایسے بیانوں سے سب الجھن میں پڑ جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔

(۷) اس مبارک عمل کے لئے دارالعلوم دیوبند کی طرف سے عدم تعاون کا الزام بھی غلط ہے

رہا مولانا کا علماء حق کی طرف سے تادیب واصلاح کی کوشش کو دعوت وتبلیغ والے مبارک عمل کے ساتھ عدم تعاون پر محمول کرنا یہ بھی سو فیصد غلط ہے، الحمدللہ! دارالعلوم دیوبند کو اس مبارک عمل کے ساتھ روز اول سے آج کی تاریخ تک پورا تعاون حاصل رہا اور آج بھی حاصل ہے، تعاون کسے کہتے ہیں؟ علمی تعاون ہو یا عملی تعاون یا اصلاحی ہر نوع کا تعاون ارباب دارالعلوم دیوبند کا رہا ہے، ابتداء میں دیکھئے حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت اقدس مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کام کی جو تائید اور علمی تعاون فرمایا ہے وہ ان کے خطبات اور فتاویٰ میں دیکھا جاسکتا ہے رہ گیا عملی تعاون تو ارباب دارالعلوم دیوبند روز اول سے آج تک عملی طور پر اس کام سے جڑے ہوئے ہیں، طلباء دارالعلوم دیوبند کا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے زمانہ میں مرکز جانے کا تذکرہ حضرتؒ کے ملفوظات میں ہے، اور آج بھی ہر ہفتے مرکز نظام الدین کی ہدایت کے مطابق دارالعلوم سے جماعتیں جاتی ہیں، اور دارالعلوم ان کی پوری طرح مدد کرتا ہے، ان کے کھانے کا انتظام کرتا ہے، اخیر سال میں مرکز نظام الدین سے جو اکابر تشریف لاتے ہیں دارالعلوم کے طلبہ کے سامنے ان کے بیانات کراتا ہے، دارالعلوم کی طرف سے ترغیب وتشکیل ہوتی ہے دارالعلوم دیوبند کے موجودہ مہتمم حضرت مولانا مفتی ابوالقاسم صاحب نعمانی دامت برکاتہم، حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ وخلفاء میں سے ہیں، اور وہ خود بھی انہی کے نقش قدم پر ہیں جو پورے طور پر تبلیغی جماعت کے موید اور مرکز نظام الدین سے خاص تعلق رکھتے تھے، الغرض اس مبارک کام کو دارالعلوم دیوبند کی طرف سے ہر دور میں تعاون اور خصوصی بلکہ سرپرستی کا تعلق رہا ہے، اسی خصوصیت کی وجہ سے حضرت مولانا محمد الیاس صاحبؒ نے قاری محمد طیب صاحب کے نام ایک خط لکھا جس میں خصوصی ہدایات فرمائی ہیں، جس کو مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے جس کا ابتدائی حصہ یہ ہے:

”مکرم ومحترم الحافظ مولانا القاری محمد طیب صاحب متعنا اللہ بطول حیاتکم الطیبہ وافاض علینا فیوضکم السرمدیہ واکرمکم اللہ کما اکرمتمونا بالذات القدسیہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

حضرت عالی کوئی کام بغیر اصول اور بناء کے نہیں چلتا ....میرے نزدیک جو کام چلنے کے لئے اس وقت ضروری ہے وہ مشائخ طریقت وعلمائے شریعت، ماہرین سیاست کے چند ایسے حضرات کی جماعت کے مشاورت کے ماتحت ہونے کی ضرورت ہے، ایک نظم کے ساتھ حسب ضرورت مشاورت کا انعقاد خاطر خواہ مداوم رہے اور عملی چیز سب اس کے ماتحت ہو، سوایک تو اول ایسی مجلس کے منعقد ہوجانے کی ضرورت ہے“۔

(مکاتیب مولانا محمد الیاس صاحبؒ ص:۱۴۴ جمع کردہ مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ)

حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے اس مکتوب میں خوب غور کیجئے!

موجودہ وقت میں دارالافتاء میں کام کرنے والے مفتیان کرام آج بھی مرکز نظام الدین سے خاص تعلق رکھتے ہیں، جن کے اس فتوے میں دستخط بھی ہیں، جو مولانا کی باتوں کی اصلاح کے لئے صادر کیا گیا ہے، پھر آخر مولانا اس کام کے ساتھ تعاون کس کو سمجھتے ہیں؟ کیا جوان کے باطل افکار ونظریات کی تائید کرے وہ اس کام کا معاون ہے؟ حاشا وکلّا، ہاں یہ بالکل صحیح ہے دارالعلوم دیوبند کا تعاون اس مبارک کام کے ساتھ ہے اور انشاءاللہ آئندہ بھی رہے گا، البتہ کسی شخصیت اور اس کے باطل افکار ونظریات کے ساتھ نہیں ہے۔

(۸) تبلیغی جماعت مستقل جماعت ہے

مولانا کا بھوپال کے اجتماع میں لاکھوں کے مجمع میں یہ اظہار خیال بھی صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ ''ہم کوئی جماعت نہیں'' کیونکہ الحمدللہ اہل حق کی یہ ایک مستقل جماعت ہے، حضرت مولانا محمد الیاس رحمۃ اللہ علیہ نے خود تحریر فرمایا ہے ''ہماری تحریک اور اسلامی تبلیغ'' (مکاتیب ص:۱۳۲)

ایک جگہ ارشاد فرماتے ہیں:

جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روح پاک اپنی اس اسکیم کے زندہ ہوئے بغیر.........الخ (مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص:۳۰۱)

مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ نے اپنی کتاب ''مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت'' میں اس کو مستقل جماعت قرار دیا ہے۔

اور خود مولانا سعد صاحب نے بھی تو اپنے رجوع نامہ میں یہ جملہ تحریر فرمایا ہے:

''احقر اپنی جماعت کے اکابر حضرت مولانا محمد یوسف اور حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے مسلک ومشرب پر قائم ہے''۔

اس لئے مولانا کا بھوپال کے اجتماع میں لاکھوں کے مجمع میں یہ کہنا کہ ''ہم کوئی جماعت نہیں''.......الخ اس سے اس کام کی اور تبلیغی جماعت کی بے وقعتی اور ناقدری کا احساس ہوتا ہے، ہاں اگر مولانا کا مطلب یہ ہے کہ یہ جماعت دارالعلوم دیوبند سے علیحدہ کوئی مستقل جماعت نہیں بلکہ دارالعلوم دیوبند کے ساتھ شامل اور اس کے نظریہ کی حامل اور اس کے تابع ہے تو یہ بات بالکل درست ہے۔ واللہ اعلم

(۹) رجوع معتبر ہونے کی ضروری شرط

یہ بات بھی قابل لحاظ ہے کہ کسی مسئلہ اور غلط بات سے متعلق رجوع اسی وقت معتبر ہوسکتا ہے جب کہ رجوع کرنے والا آئندہ اس غلط بات کو بیان نہ کرے، اور وہ بات اس کی زبان پر نہ آئے جس سے اس نے رجوع کیا ہے، جب کہ مشاہدہ یہ ہے کہ مولانا کی جو باتیں سخت قابل اعتراض اور قابل رجوع تھیں، جن میں بعض کا تذکرہ دارالعلوم دیوبند کے فتوے میں بھی ہے، عمومی رجوع کے بعد بھی مولانا ان باتوں کو برابر بیان فرما رہے ہیں، اس کی ایک مثال ملاحظہ ہو:

''مولانا نے اپنے سابقہ بیانات میں کثرت سے یہ بات بیان فرمائی ہے جو علماء دیوبند اور علماء ندوہ کے بیان کردہ اصول کے بالکل خلاف ہے کہ: ''دعوت وتبلیغ بالمشافہ ہی ہوسکتی ہے، اس کے بغیر دعوت کا حق ادا نہیں ہوسکتا، رواجی چیزوں کو دعوت تبلیغ میں استعمال کرنا رواج کی ترقی کا ذریعہ تو بن سکتا ہے دین کی ترقی کا ذریعہ نہیں بن سکتا، صحابہ کے دور میں یہ رواجی طریقے نہ تھے..............''

مولانا کی یہ بات اصول شرع نیز مسلک دیوبند ومسلک ندوہ کے بھی خلاف ہے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ تحریر فرماتے ہیں:

''دین کا دوسرا حصہ وہ ہے جس میں نفس شئی مطلوب ہے لیکن بہت سی حکمتوں اور مصلحتوں کی بناء پر اور زمانہ کے تغیر اور امت کے لئے وسعت کا خیال کرکے آپ نے ان کی شکلیں متعین نہیں کیں صرف شئی بتلادی کہ یہ مقصود ہے، یہ چیزیں خود منصوص ہیں، لیکن ان کی کوئی خاص وضع وہیئت منصوص نہیں، مثلاً جہاد فی سبیل اللہ، دعوت الی اللہ، علم دین کی سلسلہ کو چلانا اور احکام کا امت تک پہونچانا یہ سب امت سے مطلوب ہے لیکن صرف

یہ اعمال مطلوب ہیں ان کی کوئی خاص شکل اور طریقہ متعین نہیں، ہر فرد وجماعت کو اختیار ہے کہ وہ جس ماحول میں اپنے لئے جو طریقہ صحیح جانے وہ مقرر کرے''۔(تبلیغ دین کے لئے ایک اصول، خطبات علی میاں ص:۴۴۱ ج ۵)

مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کا بیان کردہ اصول ومسلک ایسا ہے جس میں علماء محققین میں سے کسی کا بھی اختلاف نہیں، علماء دیوبند کا بھی یہی نقطۂ نظر ہے چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ اپنے وقت میں ریڈیو (جو اس وقت کے جدید ذرائع ابلاغ میں اہم ذریعہ اور رواجی چیز تھی) کے ذریعہ درس قرآن دیا کرتے تھے۔(مقدمہ معارف القرآن)

لیکن مولانا اب تک اپنے متعدد بیانات میں واضح طور پر شریعت کے مسلمہ اصول اور مسلک دیوبند وندوہ اور مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کے بیان کردہ شرعی ضابطے کے خلاف بیان کرتے تھے، اب سوال یہ ہے کہ مولانا نے اپنی اس بات سے بھی رجوع کیا یا نہیں اس کا فیصلہ کیسے ہو اور لوگوں کو اس کا علم کیسے ہو؟ یا مولانا اس کے جواز کے دلائل اور مراجع فراہم کریں گے اور مرکز دارالعلوم کو بھیجے گے کہ رواجی چیزوں کو تبلیغ میں استعمال کرنا اب بھی ناجائز ہے، یا اس سے بھی واقعی رجوع فرمالیا ہے، اگر رجوع فرمالیا ہے تو پھر مولانا کو اب اس کو بیان نہ کرنا چاہئے حالانکہ رجوع نامہ کو صادر کرنے کے بعد بھی مولانا نے ۸؍دسمبر ۲۰۱۶ء میں مرکز نظام الدین میں بعد فجر اسی مضمون کو پھر بیان فرمایا چنانچہ ارشاد فرماتے ہیں:

''دعوت رسالے سے، خط وکتابت سے کسی چینل سے نہیں، جتنے رواجی طریقے ہیں سب نبوت کے مزاج کے بالکل خلاف ہیں، بالکل خلاف ہیں، جب تک مسلمان خود چل کر دعوت نہیں دے گا اس وقت تک دعوت نبیوں کی لائن کی ہوگی ہی نہیں، ہوگی ہی نہیں، اس وقت تک موثر بھی نہ ہوگی، دعوت میں اثر اس وقت ہوتا ہے جب داعی کی جان، مال، وقت سب کچھ اس کا استعمال ہو اگر دین کی دعوت دینے میں اپنی جان، مال اور وقت صرف نہیں ہوگا اس وقت تک اس کو دعوت کہا جائے گا ہی نہیں، کہا جائے گا ہی نہیں......... الخ''۔(مولانا کا یہ بیان ریکارڈ ہے)

سوال یہ ہے کہ اگر مولانا اپنی سابقہ بات سے رجوع فرما چکے تھے تو پھر اس کو اب کیوں بیان فرمایا؟ نیز اپنی رجوع نامہ میں انہی رواجی چیزوں کے ذریعہ اپنی تقریر نشر ہو جانے کو بطور تعریف وتائید کے کیوں ذکر فرمایا؟

ایک اور مثال

رجوع سے پہلے کے بیانات میں مولانا موجودہ حالات کے سیاق میں آیت ''یَحۡسَبُوۡنَ الۡاَحۡزَابَ لَمۡ یَذۡهَبُوۡا وَاِنۡ یَّاۡتِ الۡاَحۡزَابُ یَوَدُّوۡا لَوۡ اَنَّهُمۡ بَادُوۡنَ فِی الۡاَعۡرَابِ یَسۡاَلُوۡنَ عَنۡ اَنۡۢبَآئِکُمۡ'' کے تحت ان منافقین کا تذکرہ فرماتے تھے جو مدینہ پاک سے باہر سازشیں کرتے، مشورے کرتے اور مدینہ پاک میں آنے سے لوگوں کو روکتے، اور باہر رہ کر مدینہ پاک کی خبریں معلوم کرتے تھے، پھر مولانا نے اسی آیت کی روشنی میں تفسیر کرتے ہوئے مرکز نظام الدین سے علاحدہ ہونے والے حضرات پر آیت کو منطبق فرمایا، یہاں تک فرمایا کہ ''جیسے منافقین باہر رہ لوگوں کو مدینہ پاک میں آنے سے روکتے تھے، ایسے ہی آج بھی باہر رہ کر لوگ خبریں معلوم کرتے ہیں، اور مرکز نظام الدین میں آنے سے لوگوں کو منع کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ کام ختم ہو گیا، کام ختم ہو گیا.......................

مرکز سے علاحدہ ہو جانے والوں کو مولانا نے منافقین سے تشبیہ دی اور آیت مذکورہ کو ایسے لوگوں پر منطبق کیا، اور اس کا مصداق قرار دیا، یا بطور دلیل کے بیان فرمایا، یہ بڑی خطرناک بات ہے، صرف اتنی ہی بات نہیں، اسی سیاق میں مولانا نے مسجد ضرار کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے اس کی مذمت اور نحوست کو بھی بیان فرمایا کہ فلاں صحابی جب تک وہاں رہے، ان کے اولاد نہیں ہوئی، کبوتری، مرغی انڈے بچے نہ دیتی تھی وغیرہ وغیرہ۔ پھر مرکز سے علاحدہ ہو کر کام کرنے والوں پر یا دعوت وتبلیغ کا دوسرا تبلیغی مرکز قائم کرنے والوں کو مسجد ضرار کے حکم میں داخل ہونے کا ذہن بنایا، گویا مرکز نظام الدین سے علاحدہ ہو کر جو لوگ کام کریں گے یا دوسرا مرکز بنائیں گے وہ سب منافقین کے حکم میں ہوں گے اور وہ مرکز بھی مسجد ضرار کے حکم میں ہوگا، اس میں کس قدر اہل حق سے بدگمانی اور امت میں توڑ پیدا کرنے والی بات ہے، یہ سارے بیانات مولانا کے رجوع والی تحریر سے پہلے کے ہیں اور ریکارڈ ہیں،

ظن غالب تو یہی ہے کہ مولانا نے اس سے بھی رجوع فرمالیا ہوگا،لیکن مولانا کی طرف سے رجوع نامہ صادر ہوجانے کے بعد بھی مرکز نظام الدین میں بعد فجر یہی مضمون مولانا مختلف انداز سے بیان فرمارہے ہیں، جس کا حاصل یہی ہے کہ مرکز نظام الدین سے جڑے رہنا ہی ضروری ہے............ بلکہ پہلے کے بہ نسبت اب اور زیادہ قوت سے بیان فرمارہے ہیں، مولانا کے یہ سارے بیانات ریکارڈ ہیں، یہ بڑی افسوس ناک بات ہے۔

دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور، جمعیۃ علماء میں بھی اختلافات ہوئے، علاحدگی ہوئی، علاحدہ ہوکر مستقلاً کام بھی کئے گئے،لیکن کسی نے کسی کو نہ منافقین سے تشبیہ دی، نہ ان کے دفتر و مرکز کو مسجد ضرار کا لقب دیا، جیسا کہ مولانا پوری قوت سے دلائل کی روشنی میں بیان فرمارہے ہیں، یہ نہایت افسوس ناک بات ہے اور علمی اعتبار سے بھی قطعاً غلط ہے۔(انا للہ وانا الیہ راجعون)

رجوع کے بعد پھر وہی بات بیان کرنے کی ایک اور مثال

ارباب دارالعلوم دیوبند نے مولانا کی غلط باتوں کے خلاف جو تحریر فتوے کے انداز میں صادر فرمائی ،اس میں مولانا کی جن باتوں پر سخت اعتراض ہے اور جو باتیں قابل اصلاح وقابل رجوع ہیں ان میں ایک بات یہ بھی تحریر کی ہے کہ:

’’حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم اور جماعت کو چھوڑ کر حق تعالیٰ سے مناجات کے لئے خلوت وعزلت میں چلے گئے جس سے بنی اسرائیل کے ۵ لاکھ اٹھاسی ہزار افراد گمراہ ہوگئے ،اصل تو موسیٰ علیہ السلام تھے وہی ذمہ دار تھے،اصل کو رہنا چاہئے ہارون علیہ السلام تو معاون اور شریک تھے‘‘۔

دارالعلوم کی اس تحریر کے بعد مولانا نے انہی باتوں سے اپنا رجوع صادر کیا تھا، چنانچہ اپنے رجوع نامہ میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

’’اس سلسلہ میں جن سابقہ قدیم بیانات کا حوالہ تحریر گرامی میں دیا گیا ہے احقر اس کو اپنا ایک دینی فریضہ سمجھتے ہوئے اپنی جانب سے واضح الفاظ میں رجوع کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ سے عفو ومغفرت کا طالب ہے‘‘۔

لیکن اس کے بعد (۱۳؍دسمبر ۲۰۱۶ء) مولانا نے مرکز نظام الدین میں فجر کے بعد بیان میں پھر یہی بات پوری قوت سے واضح طور پر بیان فرمائی جو اوپر مذکور ہوئی کہ ’’موسیٰ علیہ السلام قوم کو چھوڑ کر چلے گئے، دعوت کو چھوڑ دینے کی وجہ سے ۵ لاکھ اٹھاسی ہزار بنی اسرائیل مرتد ہوگئے......الخ‘‘۔

یہاں بھی یہی سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر مولانا اپنی سابقہ باتوں سے رجوع فرما چکے تھے تو پھر اس کو کیوں بیان فرمایا،اس طرح کی متعدد مثالیں اور بھی ہیں،طوالت سے بچتے ہوئے ہم نے صرف دو پر اکتفا کیا ہے، اگر یہ اور اس کے مثل دوسرے رجوع واقعی اپنی غلطی کے اقرار واعتراف کے ساتھ امت کی حفاظت کے لئے تھے تو پھر دوبارہ ان باتوں کو بیان کرنے کے کیا معنیٰ؟ اور اگر یہ رجوع امت کی حفاظت کے لئے نہیں بلکہ فتوؤں کے خوف سے اپنی عزت ومنصب کی حفاظت کے لئے تھے تو نہایت ہی افسوسناک بات ہے، پھر آخر مولانا کے رجوع پر کس طرح اعتماد کیا جائے؟۔

(۱۰) افسوسناک اور نا قابل قبول رجوع

خطرہ لگتا ہے کہ مولانا کے رجوع کہیں اس طرح کے تو نہیں ہیں جیسا کہ امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ مسلم میں ذکر فرمایا ہے کہ:

’’زیاد بن میمون ایسا راوی ہے جس کی حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ملاقات ثابت نہیں،لیکن اس کے باوجود وہ کثرت سے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے لوگوں سے حدیثیں نقل کرتا تھا، اصلاح کے لئے ابوداؤد طیالسی اور عبدالرحمٰن ابن مہدی اس کے پاس گئے اور ان حدیثوں کے متعلق سوال کیا کہ تم کیسے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیثیں نقل کرتے ہو جب کہ تم نے حضرت انسؓ کو دیکھا بھی نہیں؟ زیاد بن میمون نے کہا اچھا ایک بات بتاؤ! اگر کوئی شخص کسی گناہ کا مرتکب ہو پھر توبہ کرے تو کیا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول نہیں کرے گا؟ انہوں نے کہا: کیوں نہیں! زیادہ نے کہا: ان حدیثوں کو میں نے حضرت انسؓ سے بالکل نہیں سنا، اگر دوسرے لوگ نہیں جانتے تو آپ لوگ تو اچھی طرح جانتے ہیں کہ حضرت انسؓ سے میری ملاقات نہیں ہوئی، میں توبہ کرتا ہوں آئندہ بیان نہ کروں گا، دونوں حضرات مطمئن ہوکر واپس آ گئے۔

ابوداؤدطیالسی بیان کرتے ہیں کہ مجھے اطلاع ملی کہ زیاداب بھی حسب سابق حضرت انسؓ کے حوالے سے حدیثیں نقل کرتا ہےتو میں اورابن مہدی اس کے پاس دوبارہ گئے ،اس نے پھروہی بات دہرائی کہ میں توبہ کرتا ہوں آئندہ بیان نہیں کروں گا ، یہ دونوں واپس آ گئے ،ابوداؤد کہتے ہیں اس کے بعدبھی ہم کواطلاع ملی کہ وہ پھروہی غلطی کرتا ہےیعنی حضرت انسؓ کے حوالہ سے حدیثیں نقل کرتا ہےتو پھر ہم نے اس کو بالکل چھوڑ دیا‘‘۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کا آخری ٹکڑا یہ ہے:

فقال (ای زیاد بن میمون)أریتما رجلاً یذنب فیتوب ألیس یتوب الله علیه ؟ قال: قلنا نعم ! قال: إن کان لایعلم الناس فـانتـمـا لاتـعـلمان أنی لم الق أنساً؟ قال أبو داؤد فبلغنا بعدأنه یروی فاتیناه أنا وعبدالرحمن فقال أتوب ثم کان بعد یحدث فترکناه۔(مقدمہ مسلم شریف ص:۱۸ج۱)

خطرہ کی بات یہ ہے کہ خدانخواستہ مولانا کا یہ رجوع بھی زیادہ بن میمون کی طرح تونہیں ہے کہ ایک طرف رجوع فرمارہے ہیں اور دوسری طرف مرکز نظام الدین کے اسٹیج سے پھروہی غلطیاں دہرارہے ہیں بس اللہ تعالیٰ ہی حفاظت فرمائے۔

والسلام

اخوکم المخلص

۱۳ربیع الاول ۱۴۳۸ھ

۱۳ردسمبر ۲۰۱۶ء